

Aitbar karny ko jee chahy

by kcs



اعتبار کرنے کو جی چاہیے

”میں نے سوچا کہ کیوں نہ آپ کو اپنی پہنچ کا اندازہ کرا دیا جائے۔“ ہازب آفندی اس کے حال کو انجوائے کرتے ہوئے بولا۔ ”اویسے تو آپ کا گھر بھی پتہ چل گیا مگر یہ زیادہ مناسب تھا کہ پہلے بتا دوں کہ آپ کا نمبر پتہ لگا لیا گیا ہے۔“ وہ بدستور مضمرور.....

آج اُس کا موڈ پھر آف تھا۔ اُس نے ’ٹھا‘ سے بیک صوفے پر پھینکا اور دھڑام سے خود گری۔ ”جھپٹی، اُلو کا پٹھا..... پاگل.....“ اُس کے منہ میں جتنی بھی گالیاں آئیں اُس نے اس شخص کو ساری دے ڈالیں۔ ”کیا ہوا میری جان کو۔“ اُس کی ماما پانی کا ٹھنڈا ٹھار گلاس لے کر آئیں۔ ”کچھ نہیں ماما بس یوں ہی.....“ اس نے خود کو سنبھالا اور مسکرا دی۔ ”کچھ تو ہوا ہے جو میری گڑیا کا چہرہ لال ہو رہا ہے۔ انہوں نے سانسو لے سے چہرے والی اپنی بیٹی کو محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”ارے کچھ نہیں ماما بس چھوڑیں آپ اور مجھے یہ ٹھنڈا پانی پلائیں۔“ وہ مسکراتی اور گلاس تھام کر ایک ہی سانس میں سارا اندر اندر لیا تاکہ اندر کا اشتعال منجمد ہو جائے۔ ساتھ ہی اُس کا سیل بج اٹھا۔

”تم فون سنو تو میں کھانا لگواتی ہوں پھر دونوں کھائیں گے اوکے۔“ ماما نے اُس سے گلاس لیا اور اندر چلی گئیں۔ اس نے سامنے بڑے سیل فون کو اٹھایا تو مسکراہٹ لبوں پر دوڑ گئی۔ ”ہیلو میری جان کیسی ہے ٹو.....؟“ اُس نے فون کان سے لگاتے ہی بولنا شروع کر دیا۔ ”میں فرسٹ کلاس ہوں۔ یاد تھا مجھے بھی بلکہ یاد ہے کہ تیری شادی ٹھیک چندرہ دن بعد ہے اور مجھے ٹھیک بارہ دن بعد آنا ہے تیرے گھر۔“ وہ نان اسٹاپ بول رہی تھی۔ ”ہاں بھی تمہیں یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں ماما بھی ٹھیک ہیں اور پاپا بھی، چل اوکے پھر سب کو میرا سلام کہنا، اللہ حافظ۔“ اس نے سیل رکھا اور اٹھ گئی۔ کچن کے ساتھ اور زینے کے نیچے بڑے ہوئے ڈائننگ پردہ آئی جہاں، جہاں آرا جیمز اُس کی منتظر تھیں۔ ”اُس کی کال کتنی ڈالے؟“ انہوں نے



WWW.PAKSOCIETY.COM

کی اکلوتی اولاد تھی۔ اللہ نے صنوبر کے بعد اُن کی جھولی میں اور اولاد کے پھول نہیں ڈالے تھے مگر وہ اس پر ہی شکر بجالائے تھے۔ تو قیر حسن گریڈ 20 کے آفیسر تھے جبکہ جہاں آرائیگم ایک کالج میں پروفیسر رہ چکی تھیں لہذا اُن میں نیچر والی تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں۔

وہ دونوں ہی صنوبر سے بے انتہا محبت کرتے تھے بالکل ہاتھ کا چھالا بنا رکھا تھا۔ جہاں آرائیگم پھر بھی کبھی سختی کرتی تھیں مگر تو قیر حسن نے تو کبھی اونچی آواز میں بات بھی نہیں کی تھی۔ وہ بہت ہی فرمانبردار بیٹی تھی بے جا فرمائشیں وہ کرتی بھی نہیں تھی۔ ابھی اس نے ماسٹرز میں ایڈمیشن لیا تھا تاکہ اپنا تعلیمی سلسلہ جاری و ساری رکھ سکے۔ وہ کمرے میں آئی اور بیک نیبل پر رکھ کر ساتھ ہی نوٹس اور کتابیں بچا دیں۔

”پہلے سونہ لیا جائے تھوڑی دیر؟“ اس نے ناخن دانٹوں کے نیچے دبا کر سوچا۔

”ہاں یہ ٹھیک ہے پہلے سو جاتی ہوں گھنٹہ پھر اُٹھ کر سرعاصم کے اسائنمنٹ بناؤں گی۔“ وہ سامنے پڑے ہوئے بیڈ پر گر گئی اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

مگر دماغ کے پردے پر وہی شخص لہرا گیا۔ جو اُسے یونیورسٹی میں ملا تھا۔

”اُف وہ کیوں اور کہاں سے یاد آ گیا ہے۔“ وہ یک دم اٹھ بیٹھی۔

پھر اُس نے ’لا حول‘ پڑھی اور سر ایسے جھٹکا جیسے شیطان یاد آ گیا ہوا اور پھر سونے کی کوشش کی اور کامیاب رہی وہ اس بار۔

رات کو وہ آرام سے اُٹھ بیچے کمرے سے باہر آئی اپنے سارے یونیورسٹی کے کام نمٹا کر تو بابا بھی آچکے تھے۔

تاثرات دیکھتے ہی پہچان لیا۔ وہ بالکل ریلیکس ہو چکی تھی۔

”جی ماما اسی کی تھی جو میرا موڈ ایک دم فریش ہو گیا ہے۔“ وہ پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے بولی۔

”کیا کہہ رہی تھی وہ؟“ وہ گلاس میں اُس کے لیے پانی ڈالتے ہوئے بولیں۔

”وہی جو وہ ہر دوسرے دن یاد دلاتی ہے کہ میری شادی، میری شادی۔“ وہ ہنس دی۔

”بہت خوش ہے وہ ماشاء اللہ سے۔“ جہاں آرائیگم بھی مسکرا دیں۔

”جی ماما..... بہت خوش ہے اور کہہ رہی تھی کہ میں نے مایوں پر آنا ہے اور پھر شادی کے بعد ہی جانا ہے اُس کے گھر سے۔“ وہ روٹی کا نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے معروف انداز میں بولی۔

”بیٹا رہنا اُس کے گھر یہ مجھے پسند نہیں ہاں تم جاؤ ضرور ہر فنکشن میں بھر پور حصہ بھی لو مگر واپس آ جایا کرو۔“ وہ بھی کھانا کھاتے ہوئے بولیں۔

”ماما میری ایک ہی تو سب سے اچھی اور پرانی دوست ہے اور اُس کی شادی ہے تو پلیز بھی آپ اجازت دے دیں ناں۔“ وہ منہ بسور کر بولی۔

”بیٹا مجھے کچھ مناسب نہیں لگتا یہ۔“ اُن کے چہرے کے تاثرات سنجیدہ ہو گئے۔

جس سے وہ سمجھ گئی کہ بحث کرنا فضول ہے اب جو ہوگا وہ پایا سنبھالیں گے اور وہ اچھے سے جانتی تھی کہ پایا اُس کی بات نہیں ٹالیں گے لہذا وہ ریلیکس تھی۔

☆.....☆.....☆

اُن کی چھوٹی سی فیملی تھی۔ صنوبر اور اس کے والدین..... تو قیر حسن اور جہاں آرائیگم صنوبر اُن

”اچھا تم یہ بتاؤ کہ تمہارے ایگزامز کب ہیں
میں سوچ رہی تھی کہ کیوں نہ ہم ایسٹ آباد کا چکر
لگالیں۔“ جہاں آرا بیگم کو اپنے میکے کی یاد آئی تو
فورا پوچھ لیا۔

”ماما اگلے مہینے ہیں ابھی تو..... اس سے پہلے
تو سوچے گا بھی مت۔“ وہ فوراً بولی۔
”اچھا.....!“ وہ دھیمی پڑ گئیں۔
”بابا.....!“ وہ ٹی وی میں مصروف اپنے
والد کو متوجہ کرنے کے لیے بولی۔

”جی جان!“ وہ فوراً متوجہ ہوئے۔
اس نے کن اکھیوں سے پہلے ماما کا جائزہ لیا
کیونکہ وہ اسی طرف متوجہ تھیں اور اسے سو فیصد
یقین تھا کہ مخالفت ادھر سے ہی آئی ہے اس بات
پر جو وہ کرنے جا رہی تھی۔

”وہ ڈالے ہے ناں اُس کی شادی ہے
تھوڑے دنوں میں۔“ اُس نے تمہید باندھی جبکہ
ماما کی تیوری چڑھنے لگی اور چہرہ یکدم پتھیدی لے
ہو گیا۔

”ہاں تو ضرور جانا.....“ انہوں نے فوراً
اجازت دے دی۔
”اوہو بابا..... اس نے کہا ہے کہ تم تین دن
پہلے یعنی مایوں پر آ جانا اور اس کے بعد شادی تک
ادھر ہی رہنا۔“ وہ فوراً ماننے پر تھوڑا چڑگئی لہذا
پوری بات بولی۔ وہ چند لمحے خاموش رہے۔
”بیٹا رہنا اُس کے گھر یہ کچھ مناسب نہیں
لگتا۔“ وہ بولے۔

”بابا پلیز اب آپ تو کم سے کم ماما نہ بنیں
نا۔“ وہ منہ بسور کر بولی۔
”بیٹا اگر تمہاری ماما بھی یہ نہیں چاہ رہی تو وہ
اس کا مطلب ہے کہ ٹھیک ہیں۔“ انہوں نے پیار
سے سمجھایا۔

”آگئی گزیا نیچے۔“ وہ ٹیک کی اوٹ سے
جھانک کر مسکرا دیے۔
وہ بیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھی کہ بابا کو
دیکھ کر مسکرا دی۔

”جی بابا بس کام نمٹا رہی تھی تو دیر ہو گئی؟“ وہ
سیدھی سانسے پڑے صوفوں کی طرف بڑھی جہاں
اُس کے ماما، بابا یوزد یکھنے میں مشغول تھے۔
”ہوں.....!“ انہوں نے لمبا سانس لیا۔

”آج کل معاشرے میں ہو کیا رہا ہے
بھئی؟“ جہاں آرا بیگم سانسے آتی خبر پر دلبرداشتہ
تھیں۔ جہاں بیٹی کے معشوق نے باپ کی رضا
مندگی ناپا کر خود کشی کر لی تھی۔

”واپسی ماما آج کل تو یہ قصے کہانیاں عام ہی
ہو گئی ہیں۔ کہیں باپ بیٹی کو مارنے کے بعد خود کشی
کر لیتا ہے تو کہیں بیٹی بھاگ جاتی ہے تو کہیں
معشوق صاحب کوئی چاند چڑھا دیتے ہیں۔“ وہ
خود بھی غمگین ہو گئی۔

”بیٹی آج کل معاشرے میں افراتفری پھیلی
ہوئی ہے۔ روایات، تہذیب اسلامی کہیں کم
ہو گئیں ہیں۔ یہ کہانیاں تو جہنم نچلے طبقے میں لیتی
ہیں جہاں عزت کے علاوہ کوئی زیور اور قیمتی چیز
انسان کے پاس ہوتی ہی نہیں۔ بھی تو لٹ جانے
پر بچارے باپ بھائی مر جاتے ہیں۔“ تو قیر حسن
نے معاشرے پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے افسوس
کیا۔

”ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ بابا یہ سب
بربادی ہماری اپنی پیدا کی ہوئی ہے کیونکہ ہم نے
اسلام سے دوری اختیار کر کے غیروں کے
معاشرتی اقدار کو اپنی قدریں بنا لیا ہے۔ لہذا ہم
خود کہیں کھو سے گئے ہیں۔“ وہ اتفاق کرتے
ہوئے بولی۔

معصوم ہے۔ اوپر سے لڑکی ذات ہے۔“ وہ بولیں۔

”جہاں آرا بیگم تھوڑا حوصلہ کریں وہ ماشاء اللہ سے ماسٹر زکی اسنوڈنٹ ہے بڑھی ہوئی ہے اسے تھوڑا کافینڈس دینے کی کوشش کریں۔ اللہ اس کی حفاظت کرے۔“ وہ بولے۔

”پتہ نہیں تو قیر بس میرا دل بہت ڈرتا ہے اس کے معاملے میں، خدا ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔“ آخر کو وہ ماں تھیں اس لیے اُن کا ڈرنا فطری عمل تھا۔

”آمین۔“ وہ مسکرا دیے۔
”آجائیں بھئی مجھے بھوک لگی ہے۔“ وہ ڈانٹنگ کے اوپر کھانا لگا کر زور سے بولی۔ وہ دونوں مسکرا کر اٹھ گئے۔

☆.....☆.....☆
آج کل اُس کی ایک ہی کلاس تھی لہذا وہ جلدی فارغ ہو گئی تھی۔

”فارغ یہ یار تم بتا دیتی ناں کہ آج منگل ہے میں بدھ سمجھ کر رفیق بابا کو لیٹ ٹائم دے کر آئی ہوں۔“ وہ باہر نکلتے ہوئے بولی۔

”صنوبر یار اب مجھے کیسے پتہ ہوگا کہ تمہیں یہ یاد نہیں ہے۔“ فارغ نے کندھے اُچکا کر کہا۔

”ہاں یہ بھی ہے۔“ وہ بے دلی سے بولی۔
”ایسا کرو کہ تم فون کر لو رفیق بابا کو کہ لینے جلدی آجائیں۔“ اس نے مشورہ دیا۔

”ہاں وہی کرنے لگی ہوں لیکن انہیں ٹائم تو لگ جائے گا ناں۔“ وہ سیل نکالتے ہوئے بولی۔
”چلو اوکے پھر میرے انکل تو آگئے لینے۔“ وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

”اوکے اللہ حافظ۔“ وہ موبائل کان سے لگا کر بولی۔

اس نے رخ موڑ کر مانا کو دیکھا جہاں اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔

”بھئی بابا پلینز نا..... وہ میری ایک ہی سہیلی ہے وہ بھی اتنی (اُس نے اتنی پر زور دیا) پرانی میرے اسکول کے زمانے کی اور آپ ہیں کہ مان ہی نہیں رہے۔“ وہ اُن کا بازو تھام کر بولی۔

”گھڑیا.....!“ وہ چشمے کے اوپر سے نگاہ ڈالتے ہوئے بولے۔

”بابا پلینز، بابا پلینز، بابا پلینز.....“ وہ بچوں کی طرح اُن کا بازو بار بار جھنجھوڑنے لگی۔

”اچھا بابا بس ٹھیک ہے تم چلی جانا، اوکے۔“ وہ مسکرا دیے۔

”ہرے..... You Arc The Greatest Father۔“ وہ خوش ہو گئی اور اُن کا گال چوم لیا۔ پھر فخر سے ماما کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔

”دیکھا میں نے اجازت لے لی ناں۔“

”اچھا اب تم ذرا لی لی کے ساتھ کھانے کی میز لگوا دو بہت بھوک لگی ہے۔“ وہ سامنے لگی گھڑی کو دیکھتے ہوئے بولے جہاں 9 بج چکے تھے۔

”جی بابا.....“ وہ فوراً اُٹھ گئی۔ اُس کے اٹھتے ہی جہاں آرا بیگم بولیں۔

”آپ نے اسے اجازت کیوں دی جبکہ میں منع کر چکی تھی۔“ وہ خفا تھیں۔

”بیگم وہ سمجھدار بچی ہے کوئی بات نہیں۔“ انہوں نے ہلکا سا دفاع کرنے کی کوشش کی۔

”پلینز تو قیر.....“ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

”آپ کو پتہ ہے کہ آج کل معاشرہ کیسا ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے اپنی بچی کے لیے وہ ابھی

”اور دیکھیں آج آپ مجھے پھر مل گئیں۔“
وہ سامنے جاٹھی اور سفید کائن کے سوٹ میں ملبوس
صنوبر کو نظروں سے دل میں اتارتے ہوئے بولا۔
سادہ سی مگر سلجھی ہوئی وہ لڑکی نجانے کیوں
اُسے متاثر کر گئی تھی۔

یوٹا سافد، سانولی رنگت اور چہرے پر نرمی جو
خفتی میں بدلے دیر نہیں کرتی تھی، جیسے اب بھی۔
صنوبر نے زہر خند نظروں سے اُسے گھورا۔
بلیو جینز اور بلیو اور وائٹ دھاری دار ٹی
شرٹ میں ملبوس وہ لڑکا اُسے ایک آنکھ نہ بھایا
تھا۔ لمبے بال جو نیچے سے کھری ہو رہے تھے۔ کلین
شیو چہرہ اور آنکھوں پر Rayban کے گلاسز۔
عجیب غندہ لگا اُسے۔

”دیکھیں کیسا حسین موسم ہے۔ وہ مہذب
بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔ جبکہ صنوبر
بے زار ہو رہی تھی۔

”ادھ ویسے میرا نام جاذب آفندی ہے۔“
”اور آپ کا میڈم.....؟“ وہ مسکرایا۔
”Not Intrested“ لگا سا جواب ملا۔

"You Are Not But I Am Damm
Intrested In You Madam G"
کے انداز میں بولا۔

”کچی دل لیے بہت ہیں میں نے مگر دیا نہیں
ہے مگر اب لگتا ہے دل دینے کا نام آ گیا ہے۔“
وہ مسکراتے ہوئے گلاسز اتار کر بولا۔ اور ساتھ
ہی آنکھ ماری۔

”لو فر گلتے ہو تم مجھے.....“ صنوبر کا غصہ
دو چند ہو گیا۔

”اُس دن بھی تم نے یہی بیہودہ حرکت کی
تھی آنکھ مارنے کی اور اب بھی تم نے کی اگر
آئندہ نظر آئے نا..... تو اچھا نہیں ہوگا۔“

”ہیلو السلام علیکم یا بابا..... آپ آجائیں لینے
میں فری ہوگی ہوں۔“ وہ بول کر مخالف سمت کا
جواب سننے لگی۔
”او کے جلدی آئیے گا۔“ وہ منہ لٹکا کر
بولی۔

”انہیں بھی آج ہی مارکیٹ جانا تھا۔“ وہ
موبائل بیگ میں ڈال کر خراما خراما باہر نکلنے لگی۔
ڈپارٹمنٹ سے نکل کر وہ باہر سڑک پر پہنچے
پر بیٹھ کر ناگ بلانے لگی۔ گرمیاں جاری تھیں اور
بہاری آمد آمد تھی۔ ہلکی ہوا چل رہی تھی جو پاس
بنی کاریوں میں گئے پھولوں کے ساتھ مستی
کر رہی تھی۔ ساتھ ہی اُن کی خوشبو کو پھیلا رہی
تھی۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل سورج کے ساتھ جو
کھیل تھے۔ وہ بھی اسے چھپا لیتے اور بھی اُس کی
کرتیں زمین تک پہنچا دیتے۔

اُس پاس روٹین کے مطابق اسٹوڈنٹس کی
حل چلی تھی۔ کوئی آ رہا تھا تو کوئی جا رہا تھا۔ کہیں
ٹولیاں تھیں تو کہیں کوئی موبائل میں مصروف تھا۔
وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی کہ اچانک ہیوی
بائیک اس کے پاس آ کر رُکی۔

”ہیلو میڈم.....“ سخت مگر دلنشین آواز نے
اُسے متوجہ کیا۔ اس نے بے خیالی میں نظر اٹھا کر
دیکھا پھر یکدم تاثرات کر خست ہو گئے۔

”تم پھر.....“ اُس کا پارہ چڑھ گیا۔
”جی پھر آج آپ کی یاد آئی اور بندہ حاضر
خدمت۔“ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر ادباً جھکا صنوبر کی
تیوری چڑھ گئی۔

”پہلی بار وہ ملاقات جو حادثاتی طور پر ہوئی
اس کے بعد سے اب تک آپ کی تلاش جاری و
ساری تھی میری۔“ وہ بائیک سے نیچے اُترا اور اس
کے ساتھ ہی لگا کر کھڑا ہو گیا۔

”بس ذرا یونیورسٹی کی مینشن ہے۔ آپ کو تو

پتہ ہی ہے کہ اسٹڈی کا کتنا سٹیریس ہے مجھ پر بس وہی، اور تو کوئی مسئلہ نہیں۔“ وہ بات بناتے ہوئے بولی جبکہ نظروں کے سامنے وہ شخص لہرا گیا اور صوبہ نے دل میں اُسے صلواتیں سنا ڈالیں۔

”ہوں..... ایسا تو ہوتا ہی ہے پڑھائی میں۔ لیکن بیٹا تم کچھ زیادہ ہی سوار کر رہی ہو پڑھائی کو ٹھیک ہے گریڈز میں مین کرنے ہیں لیکن اپنی جان تو عزیز رکھو۔ دیکھو کتنی دلی ہو گئی ہو تم چھوٹا سامنہ نکل آیا ہے تمہارا۔“ وہ اس کی پلیٹ ایک بار پھر چاؤلوں سے بھر کر بولیں۔

”اوہ ہو ماما دیکھیں تو بالکل نارمل ہوں میں اور آج کل تو ویسے ہی پتلی لڑکیاں فیشن میں ہیں۔“ وہ ہنس کر بولی۔

”رہنے دو تم۔ بس تم ٹھیک سے کھایا پیا کرو اور زیادہ سٹیریس لینے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”اچھا جی میری اماں جان۔“ وہ اُن کا گال پکڑ کر زور زور سے سر ہلانے لگی۔

اس کا موز ایک دم بحال ہو گیا اور وہ دوپہر والے واقعے کو بھی بھول گئی۔

☆.....☆.....☆

”یار آج میں ذرا سرعاصم سے بات کر لوں کہ پراجیکٹ کے Submission کی ڈیٹ ذرا آگے کر دیں اگلے ایک مجھے شادی پر جانا ہے۔ کیا خیال ہے وہ مان جائیں گے؟“ وہ کلاس سے نکلتے ہوئے قاریہ سے بولی۔

”پتہ نہیں کیونکہ کافی کھڑوس واقع ہوئے ہیں وہ پھر بھی تم کوشش کر لو۔“ وہ کندھے اُچکا کر بولی۔

وہ دونوں کاریڈور میں چل رہے تھے کہ

وہ انگلی سے تنبیہ کرتے ہوئے بولی اور اُنھہ کر چلی گئی۔

”اچھا پلیز دوبارہ کب ملو گی؟“ وہ ہانک لگاتے ہوئے بولا۔ اُس نے خونخوار نظروں سے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پھر غصے میں آگے بڑھ گئی جہاں رفیق بابا انتظار میں کھڑے تھے۔

”بابا جلدی آیا کریں..... کتنا انتظار کیا میں نے۔“ وہ غصہ نکالتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

”جی بی بی جی!“ انہوں نے اتنا ہی کہا اور چپ کر کے گاڑی چلانے لگے۔

”اُف بچی..... کیا لڑکی ہے۔ جاذب بیٹا تیرا تو کام ہو گیا۔“ وہ ہنستے ہوئے گلاسز لگا کر بایٹک اشارت کرتے ہوئے بولا۔

صوبہ کا موز بہت خراب تھا اس نے گھر آتے ہی سیدھا بیڈروم کا رخ کیا اور خود کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ٹھنڈے پانی سے نہانے چل دی۔

”ماما جلدی کھانا دیں بہت بھوک لگی ہے۔“ گیلیہ بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی وہ زینے سے نیچے اتر رہی تھی۔

”میں تو کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں تم ہی آندھی طوفان کی طرح آئی اور اوپر چلی گئی۔“

وہ بالوں کا جوڑا بتاتی ہوئی کمرے سے باہر آتے ہوئے بولیں۔

”بس ذرا خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے چل دی تھی۔“ وہ زبرد لب بڑبڑائی اور چپ کر کے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئی۔

”Is Any Thing Worn Beta?“ وہ تشریش سے بولیں۔

No Mama Every Thing Is

Just Fine! وہ نارمل انداز اپناتے ہوئے

”چند بس دو منٹ صرف.....“ وہ اس کی منت کرتے ہوئے بولی۔

”ماما میں نے آج کلاس صرف شاپنگ کے لیے مس کی بھی اور آپ نے پھر وہی ٹائم کر دیا۔“ وہ چہرہ پھیر کر بولی۔

”بس میری بیٹی صرف دو منٹ میں آئی۔“ وہ جلدی جلدی کپڑے لے کر دروازے میں گم ہو گئیں۔

صنوبر نے کمرے کا جائزہ لیا سامنے ڈرائنگ ٹیبل پر ڈھیروں پرفیومز اور چیزیں سلیقے سے پڑی تھیں۔ ڈیکوپنٹ کا فرنیچر، آف وائٹ کلر کا تھا، زمین پر مہرون کلر کا دینر قالین بچھا تھا جو کہ ایرانی طرز کا تھا۔ ساتھ میں چینیوی طرز کا صوفہ سیٹ تھا۔ یہ سیٹ جہاں آرا کی شادی کا تھا البتہ دوسرا فرنیچر انہوں نے بعد میں لیا تھا۔

جہاں صنوبر بیٹھی تھی اس کے دائیں جانب کھڑکی تھی۔ اس نے پردہ ہٹایا تو چمن سے دھوپ کمرے کو مزید روشن کر گئی۔

”دیکھو ذرا دھوپ بھی آج زیادہ ہے اوپر سے بازاروں کی الگ گرمی ہوگی۔“

اس کا موڈ اور بھی خراب ہو گیا۔ وہ انہی اور سامنے پڑے میز سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر دیا۔ وہ سرچنگ کرنے لگی کہ اچانک اس کی انگلیاں ٹھہر گئیں۔ نیو جینیل پر جازب آفندی جو دکھ گیا تھا۔

وہ شاید اپنے والد کے ساتھ کھڑا تھا۔ کیونکہ وہ ہی میڈیا سے ٹھٹھکو کر رہے تھے۔

”آف پتہ نہیں کیا ہے جب بھی میرا موڈ خراب ہوتا ہے اس کی انٹری تو ضرور ہی ہوتی ہے۔“ وہ چڑگئی اور پھر ٹی وی بند کر کے باہر نکل

اچانک اس کی نظر سامنے سے آتے ہوئے جازب آفندی پر پڑی۔ سفید لٹھے کی شلوار قمیض میں وہ بھرپور مردانہ چال کے ساتھ چلتا ہوا اُسی کی طرف آ رہا تھا۔ پاؤں میں بھورے رنگ کی پشاور کی چپل تھی جبکہ ایک ہاتھ میں گلاسز تھے اور دوسرے میں موبائل فون..... اس کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر تھے۔ جو بہت ادب سے اُس کے ساتھ چل رہے تھے۔

”یہ کون ہے؟“ صنوبر نے انجان بن کر فارسیہ سے پوچھا۔

”کون.....؟“ فارسیہ نے اُس کا چہرہ دیکھا۔

”وہ سامنے سرزیدی کے ساتھ وہ شخص.....“

اس نے سر سے اشارہ کیا۔

”وہ..... وہ جازب آفندی ہے۔ وزیر کا بیٹا ہے اس کے والد یہاں کے ٹرشی ہیں۔“

”غٹھ لگتا ہے شکل سے ہی مجھے تو۔“ وہ ناک چڑھا کر بولی۔

”چھوڑو یار جو بھی لگے، چل کیفے مجھے بھوک لگی ہے۔“ وہ اس کا بازو پکڑ کر کیفے کی طرف لے گئی۔

☆.....☆.....☆

”ماما آج مجھے شاپنگ کرنی ہے تھوڑی سی، تو پلیز میرے ساتھ چلیں۔“ وہ تیسری دفع جہاں آرا تکیم سے بولی۔

”سن لیا ہے میں نے صنوبر اب بس بھی کرو۔“ وہ تنگ آ کر بولیں اور الماری میں سے

منہ باہر نکالا جہاں سے وہ اپنے سینے کے لیے ساڑھی منتخب کر رہی تھیں۔ وہ منہ بسور کر صوفے پر

چوڑائی مار کر بیٹھ گئی۔

”تم نوڈرا میں نہالوں پھر چلیں گے۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر بولیں جو منہ بسورے بیٹھی

پر۔ ”وہ سوٹ نکالتے ہوئے بولی۔

”اور اس کے ساتھ یہ چپل.....“ وہ دوسرے شاپر میں جھانک کر چپل نکال کر بولی۔
”اور یہ اس کے ساتھ ایئرنگنز..... اور یہ دیکھیں یہ ویسے کا سوٹ۔“ تو قیر صاحب چیزیں دیکھتے رہے اور مسکراتے رہے اور جہاں آرا بیگم باپ بیٹی کی محبت دیکھ کر دل ہی دل میں اُن کی نظر اتار لی رہیں۔

☆.....☆.....☆

آج یونیورسٹی میں فارم یہ نہیں آئی تھی اور کلاس بھی کینسل ہو گئی تھی لہذا وہ بہت پور ہو گئی تو چلتے ہوئے ڈپارٹمنٹ سے باہر آ گئی۔
وہ یارہا رفیق بابا کو کال ملانے کی کوشش کر چکی تھی مگر میٹ ورک بڑی تھا۔ وہ چلتے چلتے کافی آگے نکل آئی کہ اچانک اس کا راستہ اس کے کلاس میٹ نے روک لیا۔
”ہیلو، ہیلو، ہیلو، صنوبر۔“ فاخر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔

”ہائے۔“ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

”تم نے سرعام سے بات کر لی کیا پروجیکٹ کی فارم یہ بتا رہی تھی کہ تم Submit نہیں کر پاؤ گی۔“ وہ جینو کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

”نہیں کر پائی کیونکہ سر نہیں آئے آج اور کل بھی نہیں آئے تھے۔ پچھلے ہفتے سے ڈھونڈ رہی ہوں But وہ آتے ہی کہاں ہیں ڈپارٹمنٹ میں۔“ وہ منہ بسور کر بولی۔

”چلو ٹھیک ہے پھر۔“ وہ مسکرا کر اس کی جمیل سی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

”تم اکیلی کیوں تھیں یہاں پر کافی سنسان جگہ ہے؟“ وہ تشویش سے بولا۔ اس کا کنسرن

☆.....☆.....☆

”آف آج آپ کی بیٹی نے تمہارا دیا مجھے اتنی شاپنگ کی۔“ رات کو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جہاں آرا بیگم چائے کی ٹرے لاتے ہوئے بولیں۔
”لگتا تھا کہ جیسے اس کی شادی ہے۔ یہ نہیں لیتا تو وہ لینا ہے۔ یہ نہیں پسند مجھے اسے لائٹ کلر چاہیے۔ یہ جوتا نہیں مجھے دوسرا چاہیے۔ آف میں Almost پاگل ہو گئی تھی۔“ وہ ٹرے آگے کرتے ہوئے بولیں۔

”بابا بابا! Almost؟“ انہوں نے عینک کے اوپر سے جھانکا۔
”اب ایسا بھی نہیں ہے۔“ وہ مسکرا کر بولیں۔

”بابا..... یہ دیکھیں آپ.....“ صنوبر کمرے سے برآمد ہوئی لدی چھدی شاپرزلے۔

”تم نے یہ چیزیں ڈرائنگ روم میں رکھیں تھیں صنوبر.....“ جہاں آرا بیگم خفگی سے بولیں۔
وہ بہت ترتیب پسند تھیں۔ جہاں کی چیز ہو وہ صرف اسی جگہ ہی سے برآمد ہونی چاہیے یہ اُن کا اصول تھا جو پورے گھر پر لاگو تھا۔

”وہ ماما میں نے سوچا پہلے بابا کو دکھا کر ہی اوپر لے کر جاؤں گی۔ بہت زیادہ تھے تا..... اس لیے۔“ وہ مصروف انداز میں بولی۔

”اگر کوئی گیسٹ آ جاتا تو..... کتنا برا امپریشن پڑتا۔“ وہ بدستور خفا تھیں۔

”اچھا چھوڑو بھی بیگم، تم دکھاؤ مجھے کیا لائی ہو گزرا۔“ تو قیر صاحب نے مداخلت کرنا بہتر سمجھا۔

”یہ دیکھیں بابا یہ تو میں پہنوں گی بارات

تھا۔ وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی لہذا اس کی کسی سے جنتی بھی نہیں تھی اور اسے ضرورت بھی نہیں تھی کسی سے ہٹانے کی۔

بس فار یہ ہی واحد تھی جو اُس کی دوست تھی۔ وہ بہت کم دوست بناتی تھی مگر اپنی دنیا میں وہ بہت مگن رہتی تھی۔ کتابیں پڑھ لیں مویز دیکھ لیں، اُس کے اپنے شوق تھے۔

ڈالے تو اُس کی اسکول کے زمانے کی دوست تھی۔ شاید واحد تھی جو اب تک اُس کے ساتھ تھی، وہ بہت ایکساٹنڈ تھی اُس کی شادی کے لیے، مگر اپنی پڑھائی کا حرج نہیں چاہتی تھی اسی لیے وہ سرعام کے پیچھے تھی کہ اُسے ٹھوڑا نام اور مل جائے۔

وہ بھی اپنی ہی سوچوں میں تھی کہ اچانک گاڑی اس کے قریب رکی۔ ٹائروں کی چڑچڑاہٹ سے وہ بولکھائی۔ اسٹیل گرے رنگ کی کروڑا سے جاذب مسکراتا نکلا۔

”السلام علیکم صوبہ قیر..... مزاج بخیر۔“ اس کے گارڈز بھی پیچھے سے نکلنے لگے تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ اس کے منہ سے اپنا نام اس کے لیے شوکنگ نہیں تھا کیونکہ ڈائریکٹر کے ساتھ اُس کے تعلقات وہ دیکھ چکی تھی۔

”آج بچے دل سے خدا سے آپ کو مانگا اور دیکھیں آپ ہمارے سامنے۔“ وہ مسکرایا بلیک جینز پر بلیک ہی شرٹ تھی سپرل..... ایک ہاتھ میں گلاسز تھے جو ابھی اُسے دیکھ کر اتارے تھے۔

آج بال ٹھوڑے چھوٹے تھے دارسکی تھے لہذا ہوا سے جھول رہے تھے۔ سفاچٹ چہرے پر بڑھی ہوئی شیو تھی۔ وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

”لو اسی کی کمی تھی رنگ میں بھنگ ڈالنے کی۔“ وہ زرباب بڑبڑائی۔

صوبہ کو ایک آنکھ نہ بھایا مگر خود کو کنٹرول کرتے ہوئے وہ بولی۔

”بس یوں ہی دل کر رہا تھا۔“

”اوہ..... واہ بھی تمہارا بھی کچھ کرنے کو دل کرتا ہے۔“ وہ ذومعنی انداز میں مسکرایا اور بولا۔

”ہاں میرا بھی دل کرتا ہے مگر تم لوگوں جیسا دل نہیں میرا جو نہایت فضول اور بے کار چیزیں کرنے کو کرتا ہو۔“ وہ اس کے انداز میں بولی۔

فاخر نے اس چھٹانک بھڑکی کو تنجیدگی سے گھورا۔ کالے رنگ کے کاشن کے سوٹ میں ملیوس جس پر پیلے رنگ کے سورج بھی کے پھولوں کا جال تھا سر پر ہائی ٹیل بنائے، ایک ہاتھ میں کتاب پکڑے اور دوسرے کاندھے پر بیگ لٹکائے وہ کافی مغرور لگ رہی تھی۔

”ہاں ہم چونکہ آج کل کی جزیشن ہیں اور ہمارا دماغ و دل بھی آج کل کے زمانے کی طرح سوچتا ہے اور بابا آدم کے زمانے کی ہماری سوچ نہیں ہے لہذا ہم تم جیسے ہو بھی نہیں سکتے۔“ وہ اسی کے انداز میں توجہ کر جواب دے کر بولا۔

صوبہ نے ناک سے مٹی اڑائی۔ جیسے جتنا رہی ہو کہ بول دیا تو راستہ خالی کرو۔

فاخر نے اُس کا سر درو یہ دیکھا جو صوبہ کی شخصیت کا خاصہ تھا لہذا وہ چل دیا۔

کلاس کے ہر لڑکے نے صوبہ پر چانس مار لیا تھا کہ کہیں اُس کے جذبات کچھ نرم پڑیں مگر اسے کسی میں بھی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ مغرور بنی بے پرواہ پھرتی تھی جیسے کسی سے غرض ہی نہ ہو۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ بہت حسین و جمیل ہو۔ قد اُس کا چھوٹا اور جسم پتلا تھا۔ نین نقش بھی ٹھیک تھے ہاں

البتہ اُس کی آنکھیں اسے ممتاز بنا دیتی تھیں۔ ناک پر رکھا غرور اسے دوسروں سے الگ کر دیتا

”یقیناً میری ہی تعریف کر رہی ہوں گی۔“ وہ دانت کھوس کر بولا۔

”جی بالکل.....!“ وہ اکڑ گئی۔

”یقیناً کریں جو اکڑ آپ میں ہے ناں بس

یہ..... یہ ہی مجھے آپ کا دیوانہ بناتی ہے ورنہ آپ

کون سی نہیں کی حور شامل ہیں۔“ وہ دونوں ہاتھ

باندھ کر بولا۔

”کوئی اور کام نہیں آپ کو سوائے میرا پیچھا

کرنے کے؟“ آج وہ دودھ ہاتھ کر کے بات ختم

کرنے کے موڈ میں تھی۔

”کیوں نہیں ہیں میں بہت مصروف بندہ

ہوں ویلا نہیں پھرتا میں مگر جب آپ کا خیال آتا

ہے تو باقی سارے کام بے معنی لگتے ہیں مجھے۔“

وہ بچیدہ ہوا۔

”کچھ تھا اس میں جو الگ تھا۔“ پہلی بار صنوبر

کو محسوس ہوا۔

”لگتا تو نہیں مجھے۔“ وہ گردن پھیر کر بولی۔

”لگ جائے گا دیکھ لینا..... اگر نہ بھی لگا تو

میں لگا ہی دوں گا۔“ وہ جھکا اور اس کی آنکھوں

میں جھانک کر بولا۔ وہ پیچھے کو سرکی۔

”نجانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ آپ کو یقیناً

میری ضرورت پڑے گی اور آپ خود چل کر آئیں

گی۔ تو میرا کارڈ رکھ لیجیے۔“ وہ کارڈ آگے کرتے

ہوئے بولا۔

”دھکا رہے ہو۔“ وہ اندر سے تھوڑا ہلی مگر

باہر سے خود کو مضبوط دکھاتے ہوئے بولی۔

”بابا بابا.....“ بلند قہقہہ برآمد ہوا۔

”جی بالکل صحیح سمجھیں آپ..... میں آپ کو

دھکا ہی رہا ہوں۔ کیونکہ جو چیز جاذب کو پسند

آ جاتی ہے وہ اور کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔“ وہ اب

بھی زور سے ہنس رہا تھا۔

”رکھ لیں آپ یہ۔“ اس نے کارڈ پھر آگے

کیا۔ خونخوار نظروں سے وہ اُسے گھور کر رہ گئی۔

”بتایا تھا نا کہ بہت آئیں بہت سگئیں.....

بہتوں نے دل ہتھیلی پر سجا کر پیش کیے۔ اور میں

نے لیے بھی بہت مکر دیا نہیں ہے اب تک..... مگر

اب شاید.....“ وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔

”لوفروں کی طرح باتیں کرتے ہو جیسے

سڑک چھاپ غنڈے ہوتے۔“ صنوبر سے اب اور

برداشت نہیں ہو رہا تھا تو ترخ کر بولی۔

”ابھی تک آپ کا پالا شاید ایسے ہی لوگوں

سے پڑا ہے..... مگر میں۔“ اُس نے انگلی کا اشارہ

اپنی طرف کیا۔

”میں جاذب آفندی ہوں۔ جاذب آفندی

اور یہ بات بھولنا نہیں تم۔“ لہجہ سخت ہو گیا۔

”ابھی دو منٹ لگنے ہیں مجھے تمہیں گاڑی

میں ڈالنے میں چھٹانک بھر کی ہوتی۔ اور پھر

تمہارے والدین اپنی پوری زندگی بھی تمہیں

ڈھونڈیں گے نا تو بھی نہیں ڈھونڈ پائیں گے۔

لوگ کہیں گے زمین نکل گئی یا آسمان کھا گیا۔

بالکل وہی مثال بن جاؤ گی تم سمجھیں.....“ وہ

غر جا۔

صنوبر سہم گئی۔ پہلی بار خوف اس کی آنکھوں

سے جھلکا۔ اچانک موبائل کا بیل سے خاموشی کا

راج ختم ہوا۔

”ہیلو..... ہاں آ رہا ہوں میں۔“ اس نے

بات مختصر کی اور پھر مزگیا گاڑی میں بیٹھتے ہوئے

اس نے سامنے کھڑی صنوبر کو دوبارہ دیکھا اور

مسکرا دیا۔ پھر گاڑی فرائے بھرتی ہوئی چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی صنوبر کا زکا ہوا سانس پھر

سے بحال ہوا۔ اس نے غصے سے کارڈ کو دیکھا اور

پھر کتاب میں شیخ دیا۔

اب خبریں آ رہی تھیں۔

”فرخ آفندی صاحب کے کیس کی سماعت ملتوی کر دی گئی ہے اگلی سماعت اگلے ہفتے ہوگی۔“
نور ایئر معمول کے مطابق خبریں پڑھ رہی تھی۔
”ابھی تک اُن کا کیس لڑکا ہوا ہے۔“ جہاں

آرا بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔

”ہاں وہی ٹیکسٹری یا پتہ نہیں مل کا کیس چل رہا ہے ناں اُن کا۔ جہاں سنا ہے کہ غیر قانونی طور پر کچھ کام ہوتا ہے۔“ انہوں نے دوبارہ کیا۔
”ہاں بیگم وہی ہے شاید۔ جس کی لاشی اُس کی بھینس کا زمانہ ہے ابھی یہ لوگ حکومت میں ہیں تو کیس بھی اُن کے اور جج بھی اُن کے۔ یہ سب تو ڈھکوسلے ہیں، دکھاوا ہے اُن کا۔“ لوگوں کو بے وقوف بنانے کا۔ تو قیر صاحب نے کہا۔
”کافی اثر و رسوخ ہے آفندی کا میڈیا پر اور گورنمنٹ پر بھی۔ تو اسے کوئی پرواہ نہیں۔“

صنوبر کے پسینے چھونٹنے لگے۔

”ایسا غائب کروں گا نہ۔“ جازب آفندی کے الفاظ کہیں پاس سے ہی گونجنے لگے۔

”میں چلتی ہوں مجھے نیند آ رہی ہے۔“ صنوبر اٹھ گئی۔

”او کے بیٹا شب بخیر۔“ تو قیر حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شب بخیر بابا اور ماما۔“ وہ مسکرائی اور اوپر آگئی۔ کمرے میں پہنچ کر وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

”یا اللہ کہاں پھنس گئی میں۔“ اس نے سر ہچکڑایا۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ ایسے لوگوں کے

ساتھ بھڑا کرنا ہمیشہ نقصان دہ ہوتا ہے ہم جیسوں کے لیے، وہ بہت پریشان تھی۔ کافی سوچ بچار کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے وہ ڈالے کے

ہاں سے آ جائے پھر وہ بابا جان کو سب بتا دے

☆.....☆.....☆

گھر آ کر بھی اس کی سوچیں منتشر تھیں۔ وہ چپ چاپ رہی۔ کھانے کو بھی دل نہ کیا بھی سوچتی کہ بابا کو بتائے اور کبھی خود ہی اس خیال کو رد کر دیتی۔

وہ چائے کا گگ لیے سنگ اپریا میں بیٹھی تھی۔ سامنے T.V چل رہا تھا مگر سوچیں نہیں اور تھیں۔

”اگر اسے میرا نام پتہ ہے تو یقیناً وہ میرے گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے پاس کافی طاقت ہوتی ہے اور بابا۔۔۔۔۔ وہ تو ہیں بھی گورنمنٹ آفیسر۔۔۔۔۔ اُن کا کیا بنے گا۔ وہ کافی بے چین تھی۔“ وہ ہاتھ میں پکڑے گگ سے اڑتے دھومیں میں کھوئی ہوئی تھی جب اسے اپنے والدین کی آواز آئی۔ وہ دونوں شاید واپس آ گئے تھے۔

”ارے تم ابھی تک جاگ رہی ہو گڑیا۔“ تو قیر صاحب اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھے ہوئے بولے۔

”چند طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟“ ماما نے بھی اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”جی بس یوں ہی کل یونیورسٹی نہیں تو انجوائے کر رہی تھی۔“ وہ زبردستی مسکراہٹ سجا کر بولی۔

”خیریت!“ جہاں آرا بیگم تشویش سے بولیں۔

”جی ماما بس یوں ہی آپ بتاتے Dinner

کیسا رہا آپ کا اور انکل ضیاء کی فیملی کیسی تھی؟“ وہ تو قیر صاحب کے دیرینہ دوست کے بارے

میں پوچھنے لگی جہاں وہ آج انوائینڈ تھے۔ سب اچھا رہا اور وہ بھی اچھے تھے۔ تو قیر

صاحب نے ریموٹ سے چینل بدلا جہاں سے

گی۔ یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

”آف کہاں رہ گئے بابا..... کتنی دیر ہو گئی ہے آگے ہی۔“ وہ چڑ کر بولی کیونکہ پچھلے دس منٹ سے وہ انتظار کر رہی تھی۔

اس نے آس پاس دیکھا معمول کے مطابق رش تھا۔ وہ چونکہ نہا کر نکلی تھی لہذا بال گیلے تھے اور کھلے بھی ہوئے تھے۔ کالے سلکی بال ہوا سے اُسے پریشان کر رہے تھے۔ ایک ہاتھ میں کیک تھا اور دوسرے میں چاکلیٹس کا ڈبہ تھا۔ اور بال بار بار اُس کی آنکھوں میں آرہے تھے۔ جس سے اُسے پریشانی ہو رہی تھی۔

”اگر اجازت دیں تو یہ بال میں ٹھیک کر دوں۔“ وہ اس کے کان کے قریب آ کر بولا۔ آواز سے اُس کی روح نپا ہو گئی۔

”جائزہ.....“ بے ساختگی میں اس کے منہ سے نکلا۔

”چلیں اتنا تو شکر ہے کہ آپ بندے کی آواز تو پہچانتی ہیں۔“ وہ اس کے پہلو سے نکل کر سامنے آیا۔

”تو..... تو..... تم..... یہاں.....“ پہلی بار وہ گھبراہٹ اپنی شخصیت کے برعکس۔

”جی بس آپ کو دیکھا اور آپ کے ہو گئے۔“ وہ مسرور لگ رہا تھا۔

صنوبر کے پسینے چھوٹ گئے آخری ملاقات کے بعد اسے خوف محسوس ہونے لگا تھا اس سے۔ اگرچہ اس نے کوئی بد تمیزی نہیں کی تھی مگر پھر بھی وہ ڈرنے لگی تھی۔

”اوہ..... ہو آپ تو نارمل لڑکیوں کی طرح ڈرنے لگی ہیں۔“ وہ اس کی ہر نی سی آنکھوں میں جھانک کر بولا جہاں خوف کے ذورے لہرا رہے تھے۔ وہ پیچھے سرکی۔

”آپ اے بالکل اچھی نہیں لگتیں مجھے تو وہ

”اپنا بہت خیال رکھنا بیٹا..... ہم آئیں گے بارات پر کیونکہ مہندی والے دن تمہارے بابا کو ایک اور شادی پر جانا ہے لہذا معذرت کر لینا تم ہماری طرف سے۔“ جہاں آرا بیگم نے اُس کا ماتھا چوما۔

”او کے بابا..... آپ بھی اپنا اور بابا کا خیال رکھیے گا میں کرتی رہوں گی فون۔“ وہ اُن کا ہاتھ پکڑ کر بولی اور پھر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

ڈالے کا گھر D.H.A میں تھا اور اس کے گھر سے وہ کافی دور تھا۔ اس نے موبائل نکال کر نمبر ملایا۔

”السلام علیکم کیسی ہے ٹو؟“ وہ بہت خوش تھی۔

”ہاں آرہی ہوں میں اسی لیے فون کیا۔ ہاں بس گھنٹہ لگ جائے گا او کے اللہ حافظ۔“ اس نے مختصر سی بات کی اور پھر موبائل بیک میں رکھ دیا۔

”رفیق بابا ذرا مارکیٹ چلیے گا مجھے کیک وغیرہ لینا ہے۔“ اس نے ذرا نیور بابا سے کہا۔

”جی بی بی.....!“ جواب مختصر تھا۔

”بی بی جی آپ دو منٹ رکیں میں ذرا وہ سامنے گاڑی میں پیٹرول بھرا لاؤں۔“ وہ اُسے اتارتے ہوئے بولا۔

”ٹھیک ہے میں اس بیکری جا رہی ہوں۔“ وہ بہت مشہور بیکری کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

اس نے کیک لیا اور چاکلیٹس کا ڈبہ بھی، کیونکہ ڈالے کو یہ دونوں بہت پسند تھے اور لے کر وہ باہر آ گئی۔ اس نے گھڑی پر دیکھا تو پانچ بج رہے تھے۔

شیرنی جیسی صنوبر ہی پسند ہے۔“ وہ ہر اعتقاد تھا۔
 ”کہیں جا رہی ہیں لگتا ہے آپ؟“ وہ اس
 کی تیاری دیکھ کر اور شام زد دیکھ کر بولا۔
 ”ہاں اپنی دوست کی شادی میں۔“ ڈر کے
 مارے اس کے منہ سے پھسل گیا جس پر اس نے
 خود کو کافی ملامت کی۔

”گنڈ ہماری طرف سے بھی مبارکباد دیجیے
 گا۔“ وہ بے ساختہ ہنسا۔ سامنے سے آئی گرے
 رنگ کی کلش کو دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھی۔
 جبکہ وہ اسے اب بھی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ جو صنوبر کو
 نہایت زہر لگ رہا تھا۔

”کہاں چلے گئے تھے آپ بابا میں کب سے
 انتظار کر رہی تھی۔“ آنسو ہنس آنکھوں کے
 کناروں پر تھے بے بسی کے، وہ سچ میں بے بسی
 محسوس کر رہی تھی۔ نہ جانے کہاں سے شیطان کی
 طرح جاذب آفتدی وارو ہو جاتا ہے۔
 ”سارا موڈ خراب کر دیا میرا۔“ وہ والٹ
 سیٹ پر پٹخ کر بولی۔

سارے راستے اسے یہ ہی ڈر لگا رہا کہ کہیں
 وہ چھانہ کر رہا ہو۔ وہ بار بار بیک مرر سے اس کی
 کردلا کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتی کہ کہیں ہے تو
 نہیں۔

☆.....☆.....☆

یہاں آ کر وہ کافی فریش ہو گئی تھی۔ سارے
 گھر والوں سے مل کر وہ بہت خوش تھی خاص کر
 ڈالے کے بڑے بھائی یوش سے مل کر کیونکہ وہ
 اس کے ہمیشہ سے آئیڈیل رہے تھے۔ سلجے
 ہوئے، نرم خواور ہمیشہ چاہت سے بات کرنے
 والے، وہ ڈالے کے قادر کے ساتھ مل کر بزنس
 کر رہے تھے۔

وہ تین بہن بھائی تھے۔ یوش اور ڈالے اور

اسی وجہ سے وہ تھوڑا ریلیکس بھی کہ بہت لوگ
 نہیں ہیں گھر پر ورنہ Un Comfortable
 کرتی کیونکہ یہ اس کا پہلا تجربہ تھا یوں کسی کے ہاں
 جا کر رہنے کا۔

”اور شاد ڈالے کیسی جا رہی ہے تمہاری
 اسٹڈی۔“ یوش سامنے بیٹھے ہوئے بولا۔ وہ
 لاؤنج میں ڈالے کی ماما اور خالہ کے ساتھ بیٹھی
 تھی۔

”اچھی جا رہی ہے یوش بھائی۔“ وہ دھیمے
 لہجے میں مسکرا کر بولیں۔

بھورے رنگ کے شلوار سوٹ میں وہ بہت
 خوبصورت لگ رہا تھا۔ بال سلیقے سے بنے ہوئے
 تھے کشادہ چہرہ اور ڈھانت سے بھرپور آنکھیں اور
 تبسم سے پڑھوٹ یہ یوش کی شخصیت کا خاصہ
 تھے۔

”گنڈ مجھے خوشی ہے کہ تم پڑھ رہی ہو ہماری
 ڈالے کی طرح نہیں جسے شادی کا بھوت سوار
 ہے۔“ وہ سیڑھیوں سے اترتی ڈالے کو دیکھ کر
 ہنسا۔

”بھائی..... پلیز او کے میں نے بھی
 مگر بچویشن پورا کیا ہے اچھا جی۔“ وہ بدستور چڑگئی
 جبکہ سب ہنس دیے۔

کافی کشادہ ہال تھا ایک طرف میز حیاں تھیں
 جس کے دائیں جانب لاؤنج تھا جو کہ نائل ہال
 سے تھوڑا نیچے بنا تھا۔

آواز ماری۔
”چلو تم آؤ تمہیں میں نے بہت کچھ دکھانا ہے صنوبر اوپر آؤ۔“ ڈالے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

”او کے۔“ وہ اٹھ گئی۔
”ارے لڑکی اس بچاری کو تو چائے پینے دو۔“ خالہ نے ڈالے کو کہا۔

”رضو ہماری چائے اوپر ہی دے جانا۔“ وہ دہیں سے ہانگی اور خود سیرھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

”پگلی ہے یہ۔۔۔۔۔“ ڈالے کی ماما بولیں۔
☆.....☆.....☆
رات مایوں کا فنکشن بہت دھماکے دار رہا۔

ڈالے کے سسرال سے لوگ اُس کا جوڑا اور پھولوں کے ڈھیروں گینے لائے تھے۔ وہ بہت ہی معصوم اور پیاری لگ رہی تھی۔ ڈالے نے صنوبر کا بازو پکڑ رکھا تھا پیلے اور لال رنگ کے جوڑے میں بالوں کی سادہ سی چٹیا کے کانوں میں پھولوں کے بالے پہنے وہ بھی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

”واہ بھی آج تو دو، دو شہزادیاں اکٹھی ہیں۔“ یوش نے آکر تعریف کی۔ ڈالے نے تو وہ حق سے وصول کی البتہ صنوبر جھینپ گئی۔

”آج تو واہ کیا لگ رہی ہے صنوبر۔ بہت پیاری لگ رہی ہو تم صنوبر۔۔۔۔۔ بہت پیاری لگ رہی ہو تو صنوبر بالکل ڈفرنٹ سی۔۔۔۔۔ جیسی دیکھا نہیں تمہیں ایسے بچے سنو رہے۔“ یوش کھلے دل سے تعریف کر کے اُس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

”تھینک یو!“ وہ شرمائی اور سر جھکا کر بولی۔
”بھائی ساری تعریف صنوبر کی ہی کرتے جائیں گے کہ میری بھی کریں گے۔“ ڈالے نے

دوسری جانب ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلتا تھا دروازہ چونکہ شیشے کا تھا لہذا اندر سے سارا منظر واضح تھا جہاں مرد حضرات ٹوگنگو تھے۔

سامنے والے کارنر میں ایک کھڑکی تھی جہاں سے یاہر لان کا منظر واضح تھا جو کہ مختلف قسم کی لائٹوں سے سجا تھا۔ وہاں مایوں کے فنکشن کا انتظام ہو رہا تھا۔

”صنوبر میں نے تمہارا سارا سامان یوش بھائی کے سامنے والے کمرے میں رکھوا دیا ہے، او کے۔“ ڈالے اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے بولی۔

یوش بھائی کے سامنے والے کمرے کا سن کر صنوبر کو نچانے انجانی سی خوشی کیوں ہوئی یہ اُس کی سمجھ میں بھی نہ آیا۔

او کے تھینک یو۔“ وہ مسکرائی۔
”واہ مطلب۔۔۔۔۔ صنوبر صاحبہ ہماری پڑوسن ہیں کچھ دنوں کے لیے، واہ مزا آیا۔“ یوش نے خوشی کا اظہار کیا۔

”بیٹا تم کچھ کھاؤ گی کچھ منگواؤں گی تمہارے لیے۔“ ڈالے کی ماما نے اس سے پوچھا۔

”نہیں آنتی میں کھانا کھا کر آئی تھی۔“ وہ مسکرائی۔

”چلو چائے ہی ہو جائے پھر کیا خیال ہے صنوبر۔“ یوش نے آفر کی۔
”جی ٹھیک ہے۔“ حالانکہ اُس کا چائے کا موڈ نہیں تھا مگر وہ انکار بھی کرنا نہیں چاہتی تھی یوش کو۔

”ہاں چائے کے ساتھ کچھ منگوا لو میرے لیے آج تو دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا۔“ ڈالے کی بھاری بھر کم خالہ نے کہا۔

”رضو یار چائے لاؤ سب کے لیے اور خالہ کے لیے اور بھی بہت کچھ لے آنا۔“ یوش نے

ہنس کر کہا۔
”بھئی تعریف تو وہ ہے جو سیدھی دل سے
نکلے منہ مانگی تعریف بھی بھلا تعریف ہوئی۔“ وہ
ہنس کر بولا۔ تو تینوں کے قہقہوں کی آواز کمرے
میں گونج گئی۔ فنکشن ختم ہونے کے بعد ڈالے اور
صنوبر واپس ڈالے کے روم میں آئے تھے۔ یوش
سامان نیبل پر رکھ ہی رہا تھا جب شیٹ نے یوش کو
ابو کا پیغام دیا۔
”بھائی ابو بلا رہے ہیں آپ کو جلدی
کریں۔“ شیٹ دروازے سے ہی بولا اور جلدی
میں دروازے سے ہی پلٹ گیا۔
”او کے لڑکیوں اب میں چلتا ہوں۔ یوش
نے ایک بھر پور نظر سامنے کھڑی صنوبر پر ڈالی جو
اُسے آج نہ جانے کیوں سب سے حسین لگی تھی۔
جبکہ پورے فنکشن میں جہاں ایک سے ایک طرح
دار لڑکیاں تھیں۔
اس کے جانے کے بعد صنوبر نے لمبا سانس
لیا جیسے وہ قید سے رہا ہوئی ہو نظروں کی۔ اُس کا
دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے خود کو
کپڑا کیا۔ اور پالتی مار کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔
”آج تم نے وہ لڑکی دیکھی تھی ناں جو پورا
لڈو ڈال رہی تھی منہ میں میرے۔“ ڈالے جیولری
اُتارتے ہوئے بولی۔
”کون.....؟“ صنوبر نے بھی اپنے بالے
اُتارے۔
”یار وہی گرین اور گولڈن سوٹ والی۔“
ڈالے نے آئینے کے عکس میں جھانکتی صنوبر کو دیکھ
کر کہا۔
”مجھے یاد نہیں ہے، کیوں؟“ وہ اُکتا کر
بولی۔
”چھوڑو یار۔“ ڈالے نے کہا۔ پھر وہ اپنا
پرانہ اُتارنے لگی۔
”چلو میں بھی اب چلتی ہوں سونے، تم بھی
اب سو جانا، یہ نہ ہو کہ شرجیل بھائی سے باتیں
کرنے بیٹھ جاؤ لڑکی تم۔“ صنوبر نے چھینرا۔
”ارے ہاں تھینک یو جانی تم نے یاد کرادیا۔
شرجیل نے کہا تھا کہ فری ہوتے ہی مسیج کر دیتا۔“
ڈالے نے گھبرا کر اپنا موبائل فون دیکھا۔
”You Know Why I Love You“
Soo Much تم مجھے عین ناظم پر چیزیں یاد کرادیتی
ہو۔“
”ہا ہا ہا..... Only For That You“
Love Me ہاں!“ صنوبر ہنس کر بولی۔
”نہیں یار مجھے تم ویسے ہی بہت پسند ہو مجھے
کیا تم میرے گھر کی ہی فیورٹ ہو۔“ ڈالے
دھڑام سے بیڈ پر گر گئی۔
”اچھا.....؟“ صنوبر نے بھنویں
اُچکا کیں۔
”جی.....!“ ڈالے نے بھی اسی کے انداز
میں کہا۔ پھر دونوں قہقہہ مار کر ہنس پڑیں۔
”چلو او کے پھر تم کر دیا تمہیں اپنے پیارے میں
تو چلی۔“ وہ گھڑی کو دیکھ کر بولی جہاں رات کا
ایک بج رہا تھا۔
”او کے گڈ نائٹ!“ ڈالے نے کہا۔
”گڈ نائٹ.....“ صنوبر نے بھی ہنس کر پیچھے
مڑ کر کہا اور پھر نکل گئی۔ کمرے میں آ کر اس نے
بیڈ پر دوپٹہ پھینکا اور بال کھول دیے۔ وہ اپنا بیگ
سامنے رکھ کر ڈرائسنگ ٹاگلے لگی پہننے کے لیے۔
”یہ ٹھیک رہے گا۔“ وہ ایک جوڑا نکال کر
اسے دیکھتے ہوئے بولی کہ اچانک کمرے کا
دروازہ کھل گیا۔
”آپ.....!“ یوش کو سامنے پا کر پہلے تو وہ
چھوڑو یار۔“ ڈالے نے کہا۔ پھر وہ اپنا

گھبرائی پھر جلدی سے بیڈ پر سے دوپٹا اٹھالیا۔
 ”اوہ! سوری مجھے ناک کر کے آنا چاہیے تھا۔“ یوش جھینپ گیا جبکہ صنوبر کا چہرہ ایک دم ساٹ تھا۔
 ”میں تو کہنے آیا تھا کہ اگر کچھ بھی چاہیے ہو تو ہم آپ کے پڑوس میں ہی ہیں۔ وہ کیا ہے نا آپ جیسی مہمان پہلی بار ہمارے ہاں رہنے آئی ہیں تو ہم اُن کی خاطر میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھنا چاہتے۔“ وہ دروازے سے ہی کھڑے ہو کر بولا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی صنوبر کے چہرے پر خود سے ہی تبسم لہرا گیا۔

”ہنستی رہا کریں مجھے آپ کی ہنسی بہت پسند ہے صنوبر۔“ یوش کی آنکھیں صنوبر کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔
 صنوبر نے یوش کی آنکھوں میں پہلی بار جھانکا۔ کچھ ایسا تھا اُس کی آنکھوں میں جو وہ سمجھ نہیں پائی۔ وہ پیار نہیں تھا کچھ اور تھا مگر کیا.....؟
 یہ اُسے سمجھ نہیں آئی۔
 ”Thank You But I Think Its Too Late To Say“ صنوبر نے گھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا جہاں گھڑی؛ بڑھ بجا رہی تھی رات کے۔

”اوہ ہاں.....! چلیں میں چلتا ہوں آپ اپنا خیال رکھیے گا۔“ وہ کہہ کر پلٹا۔ اس کے جانے کے بعد صنوبر کو عجیب سا محسوس ہوا۔ اس کا یوں بے دھڑک آ جانا صنوبر کو اچھا نہیں لگا تھا۔ مگر چونکہ وہ مہمان تھی لہذا بد مزگی نہیں چاہتی تھی۔
 بستر پر آتے ہی یوش کا خیال بھی اس کے ساتھ آ گیا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سوچنے لگی۔ یوش جیسا شخص ہمیشہ سے اس کا آئیڈیل رہا تھا۔
 ”Lovcing Caring“ دوسروں کا

بیڈ کے سامنے کمرے کا دروازہ تھا اور اس کے دا میں جانب دو کرسیاں رکھی تھیں اور اُن کے درمیان گول چھوٹا میز شیشے کا جس پر کرشل کا نیلے رنگ کا باؤل پڑا تھا جس میں مختلف رنگوں کے پتھر تھے۔ کرسیوں کے دائیں طرف کارنر میں ایک لیپ لگا تھا اور اس کے ساتھ کھڑکی تھی جو باہر لان میں نکلتی تھی۔ بیڈ کے بائیں جانب ڈرائنگ ٹیبل تھا اور اس کے ساتھ چھوٹا سا کارنیزور جس میں الماریاں تھیں اور واش روم کا دروازہ تھا۔ بائیں جانب دیوار پر گھڑی تھی جو رات کے 2:30 بجا

آپ سے: "وہ دوبارہ مسکرایا اور سامنے کھڑی لال رنگ کی کھلی سی میض اور کالے رنگ کے کھلے سے ٹراؤزر میں ملبوس دھان پانی لڑکی کو دل میں اتارتے ہوئے بولا۔

"خوبصورت چیزیں تو ویسے ہی میری کمزوری رہی ہیں اور آج تو آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔" وہ صنوبر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بے ساختہ بولا جہاں بالوں کی سلکی لٹیں کچھ سے آزاد ہو کر اس کے چہرے پر رقص کر رہی تھیں۔

صنوبر نے بے ساختہ چہرہ اٹھایا اس کا چہرہ ایک دم لال ہو گیا۔

"جی.....؟" "بجہ کر شت تھا۔"

"آپ کی تعریف کی۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"مجھے ایسی تعریف پسند نہیں لہذا آگے سے احتیاط کیجیے گا۔" وہ کہہ کر رڑکی نہیں بلکہ آگے بڑھ گئی۔ جبکہ پوش کچھ الگ ہی سوچ رہا تھا۔

رات والی بات کو تو اس نے بلکہ پھلکے انداز میں لیا تھا مگر یوں اس طرح پوش کا بولنا اُسے پسند نہیں آیا تھا۔ مگر وہ کوئی بد مزگی نہیں چاہتی تھی لہذا چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔

"ارے صنوبر باجی آپ اٹھ گئیں۔"

بڑھپوں سے اترتی صنوبر کو دیکھ کر شیت اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"جی اٹھ گئی۔" چشمہ لگائے نوجوان سے بچے کو دیکھ کر وہ مسکرائی۔

"ڈالے باجی کہہ کر گئی ہیں کہ آپ کو ان کے پاس بارلے آؤں آپ جب بھی انہیں وہ ابھی ابھی نکلیں ہیں۔" وہ چائے کا کپ منہ کو لگاتے ہوئے بولا۔

رہی تھی۔ اس گہرے سناٹے میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک گونج رہی تھیں جس سے زندگی کی کچھ رت باقی تھی۔

کمرے میں صرف ایک سائڈ بیڈ لیب روشن تھا۔ صنوبر نے اپنا عکس بائیں طرف والے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں دیکھا۔

"اب مجھے سونا چاہیے درندہ صبح آنکھ نہیں کھلے گی۔" اس نے خود سے کہا اور پھر لیٹ گئی اور جھپٹ جھپٹتے عکس کو گھورنے لگی۔ نجانے کون سے پہر اس کی آنکھ کھلی۔

صبح کھڑکی سے چمن سے آتی تیز دھوپ کے ساتھ اس کی آنکھ کھلی۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور انگلیاں بالوں میں پھنسا کر انہیں لپیٹنے لگی جو کھڑے ہوئے تھے کندھوں پر، اچانک اس کی نظر گھڑی پر پڑی۔

"آف 11 بج گئے۔" وہ جلدی سے بستر سے نکلی۔

وہ تیزی سے فریش ہو کر کمرے سے نکل رہی تھی کہ سامنے سے نکلنے پوش سے ٹکرا گئی۔ ساتھ ہی ہلکی سی چیخ برآمد ہوئی اس کے حلق سے۔

"دھیان سے.....!" وہ ہاتھ سے اسے پیچھے کرنے سے بچاتے ہوئے بولا۔

"دھیان سے.....!" وہ سنہلے ہوئے بولی۔

"ویسے کافی زیادہ سوتی ہیں آپ۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"جی بس جگہ خالی ہے ناں تو نیند سُر ہے توڑی۔" اچھولی مجھے عادت نہیں ہے یوں نہیں اور سونے کی۔" وہ شرمندہ سی وضاحت دیتے ہوئے بولی۔

"ہوں..... میں نے وضاحت تو نہیں مانگی

”اوہو..... میں بھول ہی گئی کہ اس نے مجھے کہا بھی تھا۔“ وہ سر پر ہاتھ مار کر بولی۔
 ”ہا ہا ہا..... اس کے انداز پر وہ بے ساختہ ہنس دیا اور اسے دیکھ کر صنوبر بھی ہنس دی۔
 ”ناشتہ کریں پھر چلیں گے۔“ وہ بولا۔
 ”نہیں بس چائے لوں گی۔“ وہ نیچے اتر آئی۔
 ”او کے پھر آپ لان میں بیٹھیں میں وہیں لے کر آتا ہوں چائے۔“
 ”او کے میں ویٹ کر رہی ہوں۔“ وہ مسکرائی اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔
 لان میں رات کا ہلکا پھلکا سامان پڑا تھا۔
 زیادہ تر لان صاف ہو چکا تھا۔ وہ کرسی کو قدرے چھائوں میں لاکھ بیٹھ گئی۔ دھوپ کی تقاضت تھی مگر ہوائے اُسے ہلکا پھلکا بنا دیا تھا۔
 صنوبر نے پہلے ماما کو فون کیا اور خیریت پتائی اپنی پھر رینیکس ہو کر کرسی پر بیٹھ گئی اور ٹائٹل جھلانے لگی کہ اچانک فون بج اٹھا۔
 Unkonwn نمبر تھا مگر پھر بھی اس نے اٹھالیا۔

”ہیلو.....“ وہ مترنمی آواز میں بولی۔
 ”کیسی ہیں آپ صنوبر؟“ آواز سنتے ہی وہ پتھر کی بن گئی۔
 ”پہچان تو لیا ہی ہوگا آپ نے۔“ دوسری جانب بیٹھنے کی آواز آئی۔
 ”تم.....!“ اُس نے کان سے ہٹا کر میل فون کو گھورا جیسے یقین نہ ہو کہ کال آئی ہے۔ مگر فون پر کانٹک موڈ دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔
 ”میں نے سوچا کہ کیوں نہ آپ کو اپنی پہنچ کا اندازہ نہ ہو دیا جائے۔“ جازب آفندی اس کے حال کو انجوائے کرتے ہوئے بولا۔
 ”وہی تو آپ کا گھر بھی پتہ چل گیا مگر یہ زیادہ مناسب تھا کہ پہلے بتا دوں کہ آپ کا نمبر پتہ لگا لیا گیا ہے۔“ وہ بدستور مغرور لبہ لیے ہوئے تھا۔ وہ کوئی بنے بس نے جارہی تھی۔
 ”آواز کہاں گئی آپ کی مس صنوبر تو قیر حسن..... ویسے تو بہت زبان چلتی ہے آپ کی ماشاء اللہ سے اب کیا اسے زنگ لگ گیا ہے۔“ وہ بولا۔
 صنوبر تو جیسے سکتے میں ہی آ گئی ہو۔ وہ چپ چاپ سنے جارہی تھی پھر غصے سے ایک دم نمبر کاٹ دیا بلکہ کال ریجکشن موڈ میں ڈال دی۔
 ”خطی، الوکا پٹھا، امیر یاب کی بگڑی اولاد۔“ اور جو بھی منہ میں آیا اس غائب شخص کو سنا ڈالا۔
 ”یہ بیس باجی چائے..... میں خود بنا کر لایا ہوں۔“ شیٹ نے بھاپ اڑاتا کپ آگے کیا۔
 ”کیا ہوا ہے آپ کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے۔“ وہ اسے دیکھ کر تشویش سے بولا۔
 ”کچھ..... کچھ نہیں۔“
 Thank You So Much شیٹ So Sweet Of You۔ اس نے چائے کا کپ لے کر ٹرے سمیت اپنی گود میں رکھ لیا۔
 ”بس چائے پی لوں پھر چلیں گے۔“ وہ چائے کا کپ پڑتے ہوئے بولی۔
 ”او کے میں فوراً ماما کو بتا دوں کہ آپ کو لے کر جا رہا ہوں۔“ وہ واپس پلٹ گیا جبکہ وہ پُرسوج انداز میں چائے پینے لگی۔
 ☆.....☆.....☆
 سارا دن اُس کا ڈالے کے ساتھ ہی گزر گیا۔ شام گئے وہ واپس آئیں۔ ڈالے کی ماما نے آس بڑوس والوں کو اور ڈالے کی کزنز کو ڈھونڈنے کے لیے انوائٹ کیا ہوا تھا تو رات گئے تک ہنگامہ

جیسے کسی چیز نے اسے بازو پر کاٹ لیا ہو۔ درد کے مارے اس کی آنکھ کھل گئی۔
اس نے خود کو ہلانے کی کوشش کی مگر جسم نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے حواس آہستہ آہستہ ہوش میں آرہے تھے مگر جسم تھا کہ ہل نہیں پارہا تھا۔ اسے اپنے پاس ایک سایہ لہراتا نظر آیا۔ اس نے آنکھوں کو مزید کھولنے کی کوشش کی۔ وہ سایہ قریب آ رہا تھا۔ اور قریب وہ آہستہ آہستہ قریب سے قریب تر ہو رہا تھا۔
”کو..... کون ہے؟“ اس نے بولنا چاہا۔ مگر یہ کیا۔ اس کے ہونٹ ہل نہیں پارہے تھے۔ اس کی آواز حلق میں ہی گم ہو کر رہ گئی۔
وہ سایہ دروازہ بند کر کے اب اس کے بالکل قریب آ چکا تھا۔ کھڑکی میں سے پردوں کی اوٹ سے ٹھوڑی سی روشنی آرہی تھی جس سے کمرے میں روشن اجالا تھا اور نہ ساری لائٹس بند تھیں۔
”جاذب آفتدی..... بچی کی طرح پہلا خیال اسے اس کا ہی آیا۔ اس کا دماغ سمجھنے لگا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے مگر وہ اسے جھٹلانے پر بے حس تھی۔
”تم بہت خوبصورت ہو صنوبر..... بہت خوبصورت..... وہ شخص اس کے کان کے قریب ہو کر بولا۔ اور وہ کسی مردہ کی طرح بے بس تھی۔ صرف آنسو بس میں تھے جو خاموشی سے بہہ جا رہے تھے۔
وہ خوشبو کو پہچانتی تھی جو اس کے آس پاس بکھری تھی۔ وہ کلون تھا مگر کون لگاتا تھا۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔
وہ شخص اس کے قریب ہوا اور اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں پھیرنے لگا۔
”تم خوبصورت ہو بہت خوبصورت اور

چلتا رہا۔
انگلے دن بھی ڈالے کی بنگ تھی پارلر میں سوز کے لیے اس بار صنوبر اس کے ساتھ ہی چلی گئی۔
”رات 8 بجے وہ واپس آئیں۔ یارکل تو نہیں جانتا ناں۔“ صنوبر نے ڈالے کے ساتھ صدر دروازہ عبور کرتے ہوئے پوچھا۔
”نہیں یارکل تو جانا ہے میری مہندی کی بنگ ہے ہلکا ہلکا میک اپ کراؤں گی اور بال بھی بنواؤں گی۔“ وہ حیرت سے بولی۔
”اچھا.....! مجھے لگا کہ اب تم صرف بارات پر ہی تیار ہوگی۔ انیکولی مجھے یوریت ہونے لگ گئی وہاں پر۔ But Its Okay میں تمہارے لیے اتنا تو کر ہی سکتی ہوں۔“ صنوبر نے اس کو کندھے سے پکڑ کر آگے کو دھکا دیا۔
”جی بالکل..... یہ تو کرنا ہی پڑے گا تمہیں۔“ وہ سر پیچھے کر کے ہنسی ہوئی صنوبر کو دیکھ کر بولی۔
”بچوں تم آؤ کھانا لگایا ہے تم لوگوں کے لیے.....“ ڈالے کی ماما بچن سے نکلیں۔
”ہائے شکریہ ماما..... بچی بھوک لگی ہے وہ بھی سخت قسم کی۔“ ڈالے سیدھا بچن میں تھکی۔
”تم بھی آ جاؤ صنوبر یہ خود تو لپٹی ہے تمہیں بھی کر دے گی۔“ ڈالے کی ماما ہنستے ہوئے صنوبر کو کندھوں سے تھام کر بولیں۔
”نہیں آنٹی ایسی تو کوئی بات نہیں آنٹی۔“ صنوبر ہنسی۔ جس سے اس کے الفاظ کی خود ہی تردید ہو گئی۔
☆.....☆.....☆
آج وہ بہت تھکی ہوئی تھی تو جلد ہی سونے چل دی۔
رات کو نچانے کون سا پہر تھا کہ اسے لگا کہ

دلنشین سی..... کسی گڑیا جیسی اور مجھے خوبصورت چیزیں بہت پسند ہیں۔“ اس کا چہرہ صنوبر کا جھکا۔
 ”یوش..... آس پاس کئی دھمکائے ہوئے..... وہ یوش تھا۔ اس کی سانس تیز ہو گئی مگر جسم بے بس تھا۔

”تمہیں بتایا تھا نا کہ خوبصورت چیزیں میری کمزوری ہیں اور جب تک انہیں اپنا نہ بنا لوں مجھے چین نہیں آتا۔“ صنوبر کو اس وقت اس سے سخت نفرت محسوس ہو رہی تھی اگر اس کے جسم میں جان ہوتی تو وہ اس کا منہ نوچ لیتی..... مگر اس وقت وہ خود کو بے بسی کی انتہا پر محسوس کر رہی تھی۔
 یوش کسی آسیب کی طرح آہستہ آہستہ اس پر گرفت مضبوط کرتا گیا۔ بے بسی سے اُس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔ کافی وقت کے بعد یوش اس کے قریب سے اٹھا۔

”اب چلنا چاہیے..... مجھے کافی دیر ہو گئی ہے۔“ وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

”چپ رہو گی تو کبھی رہو گی ورنہ زندگی بھر کے لیے خود کو بے بس پاؤ گی اور تماشائے بنے گا تمہارا۔“ وہ اس کے بند کے قریب کھڑے ہو کر بولا۔ دروازہ کھول کر وہ پلٹا۔ باہر سے آتی روشنی میں اُس کا بھیاںک چہرہ واضح ہو گیا جس پر شیطانی ہنسی ناچ رہی تھی۔ وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

وہ مردہ جسم لیے اپنی عصمت کے لئے پر آنسو بہاتی رہی۔ تاریک رات اور بھی تاریک ہو گئی تھی صنوبر کے لیے۔

فجر کی اذانوں کے وقت اُس کے مردہ جسم میں زندگی واپس پلٹنے لگی۔ انجشن کا اثر ختم ہونے لگا اب۔

☆.....☆.....☆
 صنوبر نے بڑی جدوجہد کے بعد اپنے وجود کو سمیٹا اور جیسے تیسے وہ تیار ہوئی۔ اور شام گئے

☆.....☆.....☆
 ”صنوبر..... یا تم ابھی نہیں ہو بارہ بج گئے

متوجہ کیا۔

”ہیلو ماما.....“ وہ خود کو سنبھال کر بولی۔
”جی ٹھیک ہوں بالکل.....!“ اس نے سمجھیں برس
پڑیں اس کی۔

”جی ماما ٹھیک ہوں جی بس گلہ خراب ہو گیا
ہے۔“

”جی..... کہہ دوں گی..... جی جی..... او کے
اللہ حافظ۔“ فون بند کر کے اس نے اپنے آنسو
صاف کیے۔
لوگ بڑھنے لگے تھے۔ اور اس کا بیٹھنا مشکل
ہو گیا تھا اسی لیے وہ اٹھ گئی۔ وہ اوپر میز کی کھلی
ہوا میں آگئی۔

نیچے وسیع لان دلہن کی طرح سجا تھا۔ دائیں
جانب اس کا بچہ تھا جسے مینڈے اور گلاب کے پھولوں
سے بہت دلکشی سے سجایا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی زمین پر پہلے رنگ کا کپڑا
بچھا تھا جس پر مختلف رنگوں کے گول چٹکے پڑے
تھے۔ یہ ڈھولک بجانے والوں کے لیے بنایا گیا
تھا۔ اس سے فاصلے پر گول میزیں لگی تھیں۔

جن پر سفید رنگ کے کور تھے اور مہندی کے
حساب سے مختلف رنگوں کے کورز بچھے تھے۔ ساتھ
ہی کرسیوں پر بھی مختلف رنگوں کی ربن لگی تھیں۔
میزوں کے درمیان ایک ایک گلدان میں پھول
سجے تھے۔ دوسری طرف کھانے کا انتظام تھا۔
سارے پودوں پر بھی لائٹنگ کی گئی تھی۔ جس سے
وہ اور بھی زیادہ خوبصورت ہو گئے تھے۔

”تم تو کافی سمجھ دار ہو۔“ پوش کی آواز
ابھری۔ صنوبر کو جیسے کرنت لگا وہ فوراً اٹھئی۔

سفید رنگ کے کاشن کے سوٹ میں بالوں کو
قرینے سے بنائے وہ بلاشبہ وجہہ لگ رہا تھا مگر
صنوبر کو وہ دنیا کا فیل ترین شخص لگ رہا تھا۔

کمرے سے نکلی۔

”بیٹا اب ٹھیک ہوتا تم۔“ جیسے ہی وہ نیچے آئی
ڈالے کی ماما نے پیار سے اس کا ہاتھ تھاما اور فکر
مندى سے بولیں۔

صنوبر ہل ہل ان سب کی محبت کے آگے خود
کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔ وہ خاموش رہی سر
جھکائے۔

”دیکھو ذرا ڈالے کے ساتھ گھوم گھوم کر تم
پیار ہو گئی ہو چہرہ بھی مر جھا گیا ہے میری بیٹی کا۔“
وہ اس کا چہرہ تھام کر بولیں۔ صنوبر کی آنکھیں نم
ہو گئیں۔

”آنتی میں ٹھیک ہوں۔ بس ذرا تھکاوٹ
ہو گئی ہے مجھے آپ پریشان نہ ہوں بالکل بھی۔“
وہ ان کا ہاتھ تھام کر بولی۔

”بیٹم ذرا بات سنیں۔“ ڈالے کے پاپا بھی
بیچھے سے آئے۔

”ارے صنوبر بیٹا اب کسی طبیعت ہے آپ
کی..... بھی ڈالے خاص تاکید کر کے گئی تھی کہ
میری عزیز از جان دوست کا بہت خیال رکھنا۔“
وہ پیار سے بولے۔

”ٹھیک ہوں اٹکل۔“ اس نے بمشکل جواب
دیا۔

”گنڈ۔“ انہوں نے پیار دیا۔ پھر وہ باہر نکل
آئی جہاں فنکشن اریج کیا گیا تھا۔ وہ چپ کر کے
ایک کارٹر میں بیٹھ گئی۔

پوش بھی آیا وہاں کسی کام سے..... اسے
دیکھتے ہی نفرت کا لاوا اس کے اندر پھوٹ پڑا۔
اس کا دل کہا کہ اٹھے اور سب کے درمیان اس کا
گر بیان پکڑ کر اس کا منہ توجہ لے کہ اس نے ایسا
کیوں کیا؟ مگر ایسے میں لوگوں کے سامنے خود کا
تماشا دینا بھی گوارا نہیں تھا۔ فون کی تیل نے اسے

ہے کہ بھول جاؤ جو ہوا ہے اور آگے بڑھ جاؤ۔
وعدہ رہا کہ اب تمہارے راستے میں نہیں آؤں
گا۔“ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بولا اور پلٹ گیا۔
”نہیں ایسے نہیں پوش خاور ہرگز نہیں۔“ وہ
پلٹی اور ریٹنگ کو مضبوطی سے تھام کر اشتعال کو کم
کرنے لگی۔

اس کا دماغ تیزی سے تانے بانے بننے لگا۔
ہٹا..... ہٹا..... ہٹا

نہ چاہتے ہوئے بھی اسے مہندی میں شرکت
کرنا ہی تھی۔ جیسے تیسے تیار ہو کر وہ فنکشن میں
آئی۔ ڈالے کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی اشارے
سے بلا لیا۔ وہ اس کے پاس اسٹنچ پر گئی۔
ڈالے بہت پیاری لگ رہی تھی۔ صنوبر نے
اُس کی تعریف کی۔

”آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو ڈالے۔“
”مگر تم کیوں اچھی نہیں لگ رہی صنوبر، چہرہ
کیسا مریحہ پایا ہوا ہے تمہارا جان۔“ وہ پیار سے
اُس کا چہرہ تھام کر بولی تو صنوبر کے کھلے میں
ڈھیروں کانٹے چھب گئے اور آنکھیں نم دیدہ
ہو گئیں۔

”ایسے ہی لگ رہی ہوں تمہیں میں ٹھیک
ہوں۔“ صنوبر اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ جبکہ آواز
رندھ گئی۔

اس سے پہلے کے ڈالے کچھ کہتی اُس کی
کزن نے آکر بتایا کہ مہندی لے کر دو لہا والے
آگئے ہیں۔ ڈالے کا رنگ یک دم کھل اٹھا اور
لب مسکرا دیے۔ وہ بے صبری سے آنے والوں کو
دیکھنے لگی۔ خوب ڈھول بج رہا تھا اور لڑکے ناچ
رہے تھے۔

ڈالے کا دھیان جیسے ہی بنا صنوبر خاموشی
سے اسٹنچ سے اتر کر ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ اتنے

”You..You Bloody“..... صنوبر
نے انگلی سے اُس کی طرف اشارہ کیا مگر غصے کی
وجہ سے الفاظ منہ میں رہ گئے۔

”بابا بابا..... تمہارے منہ سے تعریف اچھی
لگی۔“ اُس کا قبچہ بلند ہوا۔
”کیوں کیا تم نے ایسا میرے ساتھ، کتنی
رسکٹ کرتی تھی میں تمہاری، مگر تم..... تم اتنے ہی
گھنیا شخص نکلتے۔ بزدل..... لڑکی کو بے بس کر کے
تم نے..... تم نے.....“ وہ رو پڑی۔

بتایا تو تھا تمہیں کہ تم میری کمزوری بن گئی
تھی۔ بس اس لیے اب بھول جاؤ تم جو بھی
ہو..... آگے بڑھ جاؤ..... اور ویسے بھی ہماری
سوسائٹی میں یہ سب تو چلتا رہتا ہے۔“ وہ اس کے
قریب ہوا اور آنکھ ماری۔ صنوبر نے اس پر ہاتھ
اٹھایا۔ جو اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

”نہ، صنوبر No Darling ہرگز ایسا مت
کرنا ورنہ پچھتاؤ گی۔“ وہ سمجھہ کرتے ہوئے
بولا۔ جس میں واضح دھمکی تھی۔

”اس سے زیادہ کیا پچھتاؤں گی ہاں؟“ وہ
ڈھمی شیرنی کی طرح بولی۔

”یہ بھی ہے..... ویسے۔“ وہ بولا۔ جیسے
مذاق اڑا رہا ہو۔

”مگر ہوا کیا ہے یہ بس ہم دونوں کو پتہ ہے۔
اور کوئی ثبوت تو ہے نہیں جس سے تم مجھ پر الزام لگا
سکو۔ کیونکہ میں کام بہت صفائی سے کرنے کا
عادی ہوں۔ Mess مجھے بالکل پسند نہیں اور یہ تو
تمہیں پتہ چل ہی گیا ہوگا۔“ وہ ہنستے ہوئے اُس
کی بے بسی ولا چاری کا مذاق اڑا۔ تے ہوئے بولا۔
”میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں پوش خاور۔“ وہ
اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

”تم کچھ کر بھی نہیں سکتی صنوبر تو قیہ۔ تو بہتر

”اچھا کس سے.....؟“ صنوبر مصنوعی طور پر متحس ہوئی۔

”بس ہے کوئی یار، بلکہ خاص بہت خاص.....“ وہ مزید پنس بنا کر بولی۔

”اچھا ٹھیک ہے تم اب جاؤ ورنہ لیٹ ہو جاؤ گی۔“ وہ اسے بھگاتے ہوئے بولی۔

”اچھا مجھے ہال میں ملنا جلدی اوکے۔“ وہ نکلتے ہوئے پلٹ کر بولی۔

”ٹھیک ہے.....“ صنوبر نے کہا مگر اندر سے اُس کا دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا کہ رکے۔ یہاں

ایک پل بھی اس گھر اس کمرے میں جہاں اُس کی زندگی برباد ہو گئی تھی اور کرنے والا بھی اسی گھر کا

ملکین تھا۔ وہ کب کی گھر چلی گئی ہوتی اگر مری کو اچانک

ایسٹ آباد نہ جانا پڑ جاتا ابو کے ساتھ اس کی خالہ کی طبیعت ناساز ہو گئی تھی۔ وہ مطمئن تھی کہ اُن کی

بچی محفوظ ہاتھوں میں ہے اسی لیے بے فکری سے چلی گئیں تھیں۔ انہوں نے کل واپس آنا تھا اور

تب تک اسے اسی قفس میں رہنا تھا۔ وہ ہاتھوں کو گود میں لیے بیٹھی تھی اور آنکھیں مپ مپ برس

جارہی تھیں اسے لگتا تھا کہ کسی نے اسے تپتے ہوئے صحرا میں لاکھڑا کیا ہو۔ بے سرو سامناں وہ

وہاں اکیلی چچی ریت اور کھلدا دینے والی دھوپ میں نیچے پاؤں کھڑی ہو۔ عجیب حالت تھی اس

کی، وہ اپنی حالت کسی کو بھی نہیں بتا سکتی تھی۔ یہاں تک کہ اپنے عزیز من ماں باپ کو بھی، وہ

جانتی تھی کہ اس کی ماں اس کو لے کر حد سے زیادہ حساس ہیں اور پاپا بھی بھی برداشت نہیں کر پائیں

گئے۔ سب.....

تھک سے آج کے درمیان اسے صدیوں کا فاصلہ لگ رہا تھا۔ یوشع کی باتیں بار بار اُس کے

لوگوں کے درمیان بھی وہ خود کو بالکل تنہا محسوس کر رہی تھی۔ دھول کی آواز اسے اندر تک بجتی

لگ رہی تھی۔ ٹھا، ٹھا، ڈھم، ڈھم..... اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اور آنسو جاری ہو گئے۔

وہ خود کو متاثر نہیں بنانا چاہتی تھی لہذا آنکھیں رگڑ دیں۔

آنے والے اب بیٹھنا شروع ہو گئے تھے اور جگہ بھری گئی تھی۔ صنوبر خاموشی سے وہاں سے اٹھ

آئی۔

☆.....☆.....☆

سارا دن وہ کمرے میں بند رہی اور باہر نہ نکلی یہ بات ڈالنے نے شدت سے محسوس کی تھی لہذا وہ

خود پارلر جانے سے پہلے اس کے کمرے میں آ گئی۔

”کہاں گم ہو یا تم صنوبر..... کل بھی تم نظر نہیں آئی اور اب بھی کمرے میں بند ہو۔“ وہ

دھڑام سے بیڈ پر آ کر بیٹھی۔ صنوبر جو کھڑکی کے پار کے نظارے میں گم تھی یک دم تنگ...

”بس یوں ہی! تمہیں معلوم ہے نا کہ مجھے زیادہ بھیڑ بھارت پسند نہیں۔“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”کچھ ہوا ہے کیا؟ تمہارا چہرہ بالکل بجھا ہوا ہے۔“ ڈالے پریشان ہو گئی۔

”کچھ نہیں یار بس طبیعت ٹھیک نہیں ہے میری۔“ صنوبر مطمئن کرنے کو بولی۔

”اچھا.....!“ ڈالے سنجیدگی سے بولی۔

”ارے یا تم نے جانا نہیں ہے پارلر کیا.....“

تین بچے کو ہیں اور چھ بچے تمہاری یارات کا وقت ہے۔“ وہ اُس کا دھیان بنانے کو بولی۔

”جانا ہے بلکہ وہیں جا رہی تھی۔ بس تمہیں دیکھنے آ گئی۔ آج شام میں تمہیں کسی خاص سے ملواؤں گی۔“ وہ آنکھ مار کر بولی۔

ناختوں سے اُس کا حسین چہرہ نوح ڈالے جس پر
خباثت ناچ رہی تھی۔
”تعریف کے لیے شکر ہے۔“ وہ گردن کو خم
دے کر بولا۔

”اس سے پہلے وہ کچھ بولتی شیٹ نے
مداخلت کی۔

”باجی اگر تیار ہیں تو آئیں میرے ساتھ
چلیں آپ ہال میں۔“ وہ میز صوفیوں کے آخری
زینے پر بڑک گیا تھا۔ غالباً اسی کو بلا نے آیا تھا۔
”ہاں چلو۔۔۔۔۔“ اس نے خوشخوار نظروں سے
یوش کو دیکھا اور نکل گئی۔ ہال میں اکاؤنٹنٹی لوگ
تھے۔ زیادہ تر گھر کے ہی لوگ تھے۔ وہ ڈریسنگ
روم میں چلی گئی۔

وہاں پھولوں کی پتیوں اور ڈھیروں ہار پڑے
تھے جو مہمانوں کی مہمان نوازی کے لیے آئے
تھے۔ پھولوں کی خوشبو سے پورا کمرہ ماحط تھا۔

وہ چپ کر کے صوفے پر بیٹھ گئی اور سوچوں
نے ایک بار پھر اُسے گھیر لیا۔

آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور ڈالے تک
سب سی ولبن بنی اپنی کزن اور امی کے ہمراہ روم
میں آئی۔

وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ لال اور ہرے
کبھی نیشن میں کامدانی کام سے بھرا لہجہ جس پر
طلائی زیورات نے چار چاند لگا دیے تھے۔ اور
پارلردالی کے ہاتھوں نے میک اپ کر کے اُس کی
معصومیت کو اور بھی جلا بخشی تھی۔

وہ واقعی بہت حسین معلوم ہو رہی تھی۔ ہنسی
اور لگتا کہ جھرنوں سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی گر رہا
ہو۔۔۔۔۔ آج آواز کی کھٹک کی الگ تھی۔ پیامن
بھائی والا غرور انگ انگ سے پھوٹ رہا تھا۔

”کیسی لگ رہی ہوں میں۔۔۔۔۔؟“ وہ صوبور

دماغ میں گھوم رہی تھیں۔ کتنی حقارت بھری نظریں
تھیں اُس کی وہ خود کو کتنا بے مول تصور کر رہی
تھی۔ یوش کے سامنے۔۔۔۔۔

”نہیں یوش صاحب اتنی آسانی سے نہیں
جانے دوں گی تمہیں، تم نے مجھ سے سب سے
عزیز چیز چھینی ہے۔ تمہیں اس کا بدلہ تو چکانا ہی
ہوگا۔“ وہ آنسو گڑ گڑ کر بولی۔ یوش کافی اثر و رسوخ
والے باپ کی اولاد تھی اور اس میں کوئی شک نہیں
تھا کہ اس کے باپ صرف ایک گورنمنٹ آفیسر کے
علاوہ کچھ نہیں تھے وہ اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے
اور امیری اور اثر و رسوخ نے جیت ہی جانا تھا اگر
وہ بڑی اپنے مل بوتے پر تو۔۔۔۔۔

”کون میری مدد کر سکتا ہے؟“ یہ سوال اُس
کے ذہن میں پہلی بار گونجا۔

☆.....☆.....☆
وہ برائے نام تیار ہو کر کمرے سے نکلی تو یوش
سے آمتنا سامتا ہو گیا۔ پرل اور اورنج کے کبھی
نیشن میں ٹیکے پھلکے کام والا جامد وار کا سوٹ اس
پرسادگی میں بھی بہت اُٹھ رہا تھا۔

بالوں کو پونی کی شکل میں قید کیا گیا تھا۔
آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر لب گلوڑ کے
علاوہ کسی آرائش کو ترجیح نہیں دی گئی تھی۔ یوش
نے چھپتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

”سادگی میں بھی تم غضب ڈھاتی ہو صوبور
تو قیر۔“ وہ دانتوں کو کٹوس کر بولا۔ صوبور نے زخمی
شیرنی کی طرح اُسے دیکھا۔

”اُف۔۔۔۔۔ ایسے مت دیکھا کرو جان من
دل پھر سے تمہارا طالب بن بیٹھتا ہے۔“ وہ
دونوں ہاتھ دل پر رکھ کر بولا۔

”کھینے تو بہت ہو تم یوش۔۔۔۔۔“ وہ پھر کر
بولی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے لیے لے

کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی۔
”بہت پیاری.....“ وہ بمشکل مسکرائی۔
”راہیہ پلیز ذرا پانی ہی پلا دو۔“ اس نے اپنی

کزن سے کہا۔
امی اس کی چھوڑ کر باہر مہمانوں کے پاس چلی
گئی تھیں۔ اب وہ دونوں ہی بس کمرے میں
تھیں۔

”پورے تین گھنٹے لگے ہیں مجھے تیار ہونے
میں.....“ اُف دلہن بننا کوئی آسان کام ہے کیا؟“
وہ جھکی تھکی لگ رہی تھی۔

”ہوں.....“ صنوبر نے بس اتنا کہنے پر
اتفاق کیا۔

”صنوبر جان تم اب بھی پریشان ہو کچھ.....
سب ٹھیک تو ہے نا..... امی نے بتایا کہ تمہاری خالہ
بیمار ہیں اور تمہارے جیسے نرس انہی کی عیادت کو گئے
ہیں ایمرجنسی میں..... اس لیے آؤ اس ہو۔“ وہ فکر
مندی سے بولی کیونکہ اسے اپنی یہ دوست بہت
عزیز تھی۔

”ہوں.....“ وہ پھر گردن کو خم دے کر بولی۔
”ارے ہاں تمہیں ایک نیوز سٹانی ہوں کب
سے پیٹ میں لیے بیٹھی ہوں۔“ وہ چپک کر بولی
جیسے اچانک کچھ اہم یاد آ گیا ہو۔

”یوش بھائی نے اپنے لیے لڑکی پسند کر لی
ہے.....“ وہ جیسے دھماکہ کر گئے بولی۔

صنوبر کو شاک لگا..... دل میں نہ جانے کیوں
ایک ہلکی سی امید جاگی کہ شاید وہ وہی ہو۔

”بھائی تو جیسے پاگل ہی ہوئے جارہے ہیں
اس سے شادی کو.....“ وہ بہت اکیسا یخند لگ رہی
تھی۔

صنوبر بس بت بنے اسے سن رہی تھی۔

”بھائی نے مایوں پر دیکھا تھا اسے بس پھر

پاگل ہو گئے اس کے پیچھے، اور کہا کہ بس اسی لڑکی
سے شادی کرنی ہے مجھے..... فائنل.....!“ وہ
یوش کی نقل اُتار کر بولی۔

”بہت پیاری ہے ردا..... شرجیل کی خالہ زاد
ہے۔“ وہ اس کی طرف مڑ کر بولی جہاں صنوبر کا
چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

”بس میری شادی کے ہنگامے تقیم جائیں تو
بھائی کے سر پر سہرا سجانا ہے بس۔“ وہ ہنسی تو صنوبر
کو لگا کہ کمرے میں اچانک جس بہت بڑھ گیا ہو۔
وہ اور بیٹھی تو سر جائے گی۔ وہ انہی اور تیزی سے
کمرے سے نکل گئی۔ جبکہ ڈالے پیچھے سے
آوازیں دیتی رہ گئی۔

”اسے کیا ہوا ہے؟“ وہ پریشانی سے خود
کلامی کرتے ہوئے بولی۔

وہ باہر نکل کر ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ بظاہر وہ
لوگوں کو دیکھ رہی تھی مگر دماغ میں بس ایک ہی
خیال تھا ”انتقام“ یوش خادہ سے انتقام..... اور وہ
اسے لینے کے لیے اب کسی بھی حد تک جانے کو

تیار تھی۔ باہر بادل گر بننے کی آواز آنا شروع
ہو گئی تھی۔ مہمانوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ بارش کی
آمد آمد تھی۔ سبھی لوگ مصروف تھے۔ کچھ خوش
گپیوں میں تو کچھ استقبال کی تیاریوں میں.....

ان سب میں بس ایک وہی تھی جو سوگ کی سی
کیفیت میں بیٹھی تھی۔ دنیا و جہاں سے بے
نیاز..... بظاہر وہ سمندر کی من موجی لہروں کی
طرح ہر سکون تھی مگر اندر ایک تلاطم برپا تھا بدلہ
لینے کا.....

اچانک ہال بینڈ باجوں کی آواز سے گونج
اٹھا۔ اور اس کا دماغ تیزی سے تانے بانے بننے

لگا۔

اچانک اسے کچھ خیال آیا..... اس نے فون

دیتا۔ وہ خاموش بیٹھی بس خلا میں گھورے جا رہی تھی۔
جسے تکلیف اور کشش کے درمیان پھنسی ہو۔
”میں بات کو گھماؤں پھراؤں گی نہیں سیدھی
سیدھی بات کروں گی۔“ کافی طویل خاموشی کو صنوبر
کی بھاری آواز نے توڑا۔

”میرا دامن داغ دار ہو گیا ہے..... میں پاک نہیں
رہی..... میری عصمت لوٹی گئی ہے۔“ وہ سر جھکا کر بولی
جہاں آنسو پاییزہ موتیوں کی طرح اس کے دامن میں
گم رہے تھے۔ جازب کے پاؤں اچانک بریک پر گئے
اور سنسان سڑک پر اچانک ٹائروں کی چرچاہٹ گونجی
اور گاڑی جھٹکے سے ٹکی۔

”کیا کہا آپ نے؟“ وہ شکوہ تھا، بے یقینی
سے بولا۔

”میرا Rape ہوا ہے۔“ وہ پہلی بار اس کو دیکھ
کر بولی۔ وہ جھٹی پھٹی آنکھوں سے صنوبر کو دیکھ رہا تھا
جبکہ غصے کی وجہ سے ہاتھ مضبوطی سے اسٹیئرنگ کو
جکڑے ہوئے تھے۔

دند اسکرین پر ہلکی ہلکی بارش کی بوندیں گرنے
لگیں..... اور بادل گرجنے کی آواز آنے لگی۔

وہ ہنسنے لگا اس دھانسی لڑکی کی بہادری کو
دیکھ رہا تھا جو اپنے ساتھ ہونے والا اتنا بڑا واقعہ اپنے
منہ سے بتا رہی تھی۔

”کیا اب بھی آپ مجھ سے شادی کریں
گے؟“ اگلا سوال اس نے بنا سوچے سمجھے کہہ دیا۔
صنوبر کو خود بھی حیرت ہوئی کہ اس نے کیا بولی دیا
ہے۔ مگر منہ سے نکلی بات اور کمان سے نکلا تیر بھی
واپس نہیں آتا۔ سوال بالکل غیر یقینی سا تھا۔ وہ
خاموش تھا جیسے منجھدار میں کھڑا ہو۔

کافی گہری آنکھیں سامنے بارش کی بوندوں پر
جمی تھیں۔ بال تراش لیے تھے اب اور چہرے پر
سنجیدگی تھی۔ کالے رنگ کی شلوار سوٹ میں وہ بلاشبہ

سے رنجش منوڈ سے نمبر نکالا اور ڈائل کیا۔
”مجھے ملتا ہے آپ سے..... سنی ہال آ جائیں
اور مس بیل کر دیجیے گا۔“ بات مختصر مگر مکمل تھی..... اس
کے بعد وہ انتظار کی سولی پر لٹک گئی۔

شرجیل آف وائنٹ اور ریڈ کے کبھی نیشن کی
شیروانی میں بہت اچھا لگ رہا تھا۔ دلہا دلہن کے گھر
والے بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ سب اپنی اپنی
جگہ مصروف تھے۔ جب بھی اُس کی نظر بظاہر سوہرودکھنے
والے یوش پر پڑتی وہ جلتی میں تیل کا کام کرتی۔

”اتنی آسانی سے نہیں یوش خاور.....“ اندر سے
ایک آواز ابھرتی۔

کوئی 45 منٹ کے ان تھک انتظار کے بعد
صنوبر کا فون بج اٹھا۔ نمبر دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے
اٹھ گئی۔ ایک نظر بال پر ڈالی جہاں سبھی اپنی اپنی جگہ
گمن تھے، اور پھر وہ خاموشی سے نکل گئی۔ بارش بس
برسنے کو ہی تھی اس نے آسمان پر نظر دوڑائی۔ بال
کے گیٹ پر کالے رنگ کی لینڈ کرورز اس کی منتظر
تھی۔ وہ چپ کر کے فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔ آج
وہ اکیلا آیا تھا۔ کوئی محافظ ساتھ نہیں تھا۔

”زہ ہے نصیب کہ آج آپ نے بندے کو خود
سے یاد کیا ہم تو سر کے بل چل کر آ گئے۔“ جازب
آفتدی سر کو خم دے کر بولا۔

”کہاں جانا پسند کریں گی۔“ وہ بھی سنوری
صنوبر کو آنکھوں کے رستے دل میں اتار کر بولا۔ وہ
بے نیاز بنی سامنے خلا میں گھور رہی تھی۔

”نہیں بھی لے جائیں۔“ بد ہمسی آواز آئی۔
جازب کو کہیں غلط ہوا ہے کا شدید احساس ہوا
ورنہ صنوبر جیسی بہادر اور ہٹ دھرم لڑکی یوں کسی کی
گازی میں رات کے اس پہر نہ ہوتی۔

جازب نے گاڑی چلا دی۔ دونوں کے درمیان
بالکل خاموشی تھی۔ وہ کچھ لمحوں کے بعد صنوبر پر نظر ڈال

اچھا لگ رہا تھا۔

اس نے مڑ کر صنوبر کے منتظر چہرے کو دیکھا۔
معصوم آنکھیں جو سوچی سوچی نہیں کا جل بھی بہہ کر
رخساروں پر پھیل گیا تھا۔ ہونٹ لرز رہے تھے، پونی
کی قید سے چند ٹپیں نکل کر ہوا کی وجہ سے چہرے پر
آ رہی تھی۔ وہ بے قراری سے ہاتھوں کو مروڑ رہی
تھی۔ ایک چیز جس نے جازب کو اپنی گرفت میں
لے لیا تھا وہ اُس کی آنکھوں میں جی امید تھی۔
تاریک چہرے پر شاید امید ہی واحد چراغ تھی۔
جازب کے اندر سے کہیں آواز آئی کہ یہ لڑکی غلط
نہیں ہے اس کے حالات و واقعات غلط ہیں۔
”پلیز کچھ بولیں۔“ کافی دیر بعد صنوبر کی ہلکی سی
آواز آئی۔ جیسے وہ بے چین ہو۔

”میں زبردستی کرنے کو نہیں کہہ رہی آپ اپنے
فیصلے میں بالکل آزاد ہیں جازب۔“
”اور برائے مہربانی مجھ پر ترس کھا کر ہاں نہ
کہیے گا۔ صنوبر نے سر جھکا لیا۔
”آپ کو پتہ ہے آج پہلی بار آپ نے مجھے
جازب کہا ہے۔“

”صرف جازب۔“ وہ مسکرایا۔ صنوبر نے چہرہ
اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔
آپ پر اعتبار کرنے کو دل کرتا ہے صنوبر
تو قیر..... بولا تھا تاکہ دل لیے بہت ہیں میں نے
لیکن دیا صرف آپ کو ہے۔ اور جازب آفندی کا
دل بے مول نہیں اور اُس کا انتخاب بھی غلط نہیں
ہو سکتا۔ مجھے ہیرے اور پتھر میں فرق معلوم ہے صنوبر
اور آپ خالص ہیرا ہیں۔

”میں آپ سے اب بھی شادی کروں گا
صنوبر۔“ وہ ایک جذب سے بولا۔ صنوبر کو یقین نہ ہوا
کہ اُس نے ہاں کہا ہے۔ وہ تو ٹھکرائے جانے کی
منتظر تھی اور خود کو کس رہی تھی کہ خود کو کتنا بے مول

کر دیا اس نے شادی کا کہہ کر.....

لا شعوری طور پر وہ مسکرا دی کہ کیا کہنے آئی تھی
اور کیا بول چکی اور جازب نے بھی اس کی بات کی
لاج رکھ لی۔

”مسکراتی رہا کریں اچھی لگتی ہیں۔“

”اب چلیں۔“ وہ اجازت لے کر بولا۔

”جی..... اور بہت بہت شکریہ۔“ وہ پُر خلوص

مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ جازب مسکرایا اور گاڑی
بڑھا دی۔

☆.....☆.....☆

اپنے گھر آ کر اسے سکون ہوا..... اپنا گھر اپنا ہی
ہوتا ہے، وہ سمجھ گئی تھی۔ کاش اس نے مانا کی بات
مان لی ہوتی..... وہ اکثر سوچتی تھی مگر تقدیر کا لکھا نہ مانا
ہے اور نہ مٹ سکتا ہے۔

اس نے گھر آ کر بالکل نارمل انداز میں رہنا
شروع کر دیا اور ماں باپ کو بھٹک بھی نہ لگتے دی کہ
وہ کس کرب سے گزر کر آئی ہے۔

جازب سے وہ اب اکثر باتیں کر لیتی تھی فون
پر..... اسے جاننے کے بعد احساس ہوا کہ جو وہ دھکتا
ہے وہ ویسا ہے نہیں۔ وہ پُر خلوص اور محبت کرنے والا
شخص ہے بظاہر وہ سخت اور غنڈہ لگتا ہے مگر درحقیقت
وہ برعکس ہے۔ جازب کی والدہ بچپن میں ہی انتقال
کر گئیں تھیں اس کے والد نے دوسری شادی کر لی تھی۔
جس میں سے اس کی دو بہنیں اور ایک بھائی تھا۔

بھائی چونکہ چھوٹا تھا لہذا باپ کا دایاں ہاتھ بن کر
اس نے ہی سب سنبھالا ہوا تھا۔ جازب کے حوصلے
نے اسے کافی سنبھالا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ غم بھلانے
لگی تھی مگر پویش خاور کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ بھی
سوچتی کہ جازب کو بتا دے اُس کا نام وہ ضرور کچھ
کرے گا اور بھی اللہ پر سارا کام چھوڑ دیتی۔ عجب
اضطراب سا تھا پویش خاور کی دہلیز سے۔

جاذب نے شدت سے محسوس کیا۔ منہ میں جاتا نوالہ
وہیں رُک گیا اور وہ جاذب کو دیکھنے لگی۔
چند ثانیے اس نے کرسی کی پشت سے کمر لگائی۔
جاذب مکمل طور سے اسی کی طرف متوجہ تھا۔
”اگر کوئی مسئلہ ہے تو براہِ بلم۔“ وہ کندھے اُچکا
کر بولا۔ صنوبر نے گہرا سانس کھینچا جیسے بہت اکتاہٹی
کر رہی ہو۔

”یوشع..... یوشع خاور۔“ اور بے ولی سے نام
بتایا جیسے کوئی ناپاک چیز ہو۔
”خاور ریاض کا بیٹا.....؟“ وہ حیرت زدہ تھا۔
”ہوں انہی کا بڑا بیٹا..... کیوں.....؟“ صنوبر کو
جاذب کے حیرت زدہ انداز پر حیرانی ہوئی۔
”نہیں..... کچھ نہیں۔“ وہ صاف ٹال گیا۔

صنوبر نے بھی کریدنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اچھے
سے جانتی تھی کہ جاذب نے کیوں پوچھا ہے وہ یقیناً
کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا۔ یہ اُس کا دل کہتا تھا مگر وہ
خود سے کہنے کی بہت نہ جرات تھی کہ اُس کا بندوبست
کروں۔

”شادی کے بعد وہ پڑھائی کو خیر باد کہہ چکی
تھی۔ اب صرف گھر میں ہی ہوتی تھی۔ کل ہی
ٹالے کا فون آیا تھا اور وہ اس سے سخت ناراض تھی
کہ وہ اپنی مون پر کیا گئی اس نے شادی کر لی وہ بھی
چپکے سے۔“

ساتھ ہی اسے یوشع کے نکاح کی خوشخبری سنائی
جسے سن کر صنوبر کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔
نہ جانے کتنی زندگیاں اس شخص نے برباد کی
ہوں گی اور اب ایک اور زندگی داؤ پر ہے۔ اسے اس
کی متکوحہ سے ہمدردی ہونے لگی۔ مگر اس نے خیال
جھٹک دیا اور وارڈروب کی طرف بڑھی جہاں سے
اس نے ایک شیفون کی ساڑھی نکالی آج جاذب

آج اس کی شادی کو ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔
کتنی ہنگامہ خیز شادی تھی اس کی اس نے کبھی سوچا ہی
نہیں تھا کہ کن حالات میں اُس کی شادی ہوگی۔
جاذب سے کہہ کر اس نے اُس کا رشتہ بلایا تھا۔
ماما، پاپا مخالف تھے مگر وہ ضد پراگٹی اور کہا کہ سادی
سے جس قدر جلد ہوا سے جاذب سے ہی شادی کرنی
ہے۔ آخر کار ماما پاپا کو گھٹنے ٹیکنے ہی پڑے اُس کی ضد
کے آگے اور وہ صنوبر تو قیر سے صنوبر جاذب آفندی
بن گئی۔ سارے جہاں سے لڑ کر اس نے جاذب
سے شادی کی تھی۔ وہ بڑے سکون تھی۔ جاذب ایک اچھا
شوہر ثابت ہوا تھا۔ جاذب کا ماضی بے شک ہنگامہ
خیز رہا ہو لڑکیوں کے معاملے میں گرداغ دار ہرگز نہ
تھا۔ اور اب صنوبر کو کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔

اس گھر کا ماحول لیے دیے رہنے والا تھا۔ سر
کارو بار میں مصروف اور سانس صلیب کی الگ
مصروفیات، نندوں کی دنیا الگ تھی۔ بڑی
ماسٹر کر رہی تھی اور چھوٹی بی اے میں تھی۔ گھر کا
ماحول ویسا ہی تھا جیسا عام طور پر ایسے گھروں کا ہوتا
ہے اس لیے صنوبر کو زیادہ پروا بھی نہیں تھی۔

جاذب زبردستی اسے اپنی مون پر دیتی لے گیا
تھا۔ حالانکہ اس نے بہت انکار کیا تھا۔ مگر وہ نہ مانا۔
”شادی کے بعد اگر اپنی مون پر نہیں گئے تو کیا
فائدہ شادی کرنے کا۔“ اور صنوبر بس مسکرا دی تھی۔

برج اٹلیف میں کھانا کھاتے ہوئے وہ بہت
خوشگوار ماحول کو انجوائے کر رہے تھے کہ اچانک
جاذب بولا۔

”صنوبر کیا میں اس شخص کا نام جان سکتا ہوں
جس نے آپ کے ساتھ۔“ وہ جملہ ادھورا چھوڑ گیا۔
صنوبر یک دم سنجیدہ ہو گئی۔ اشتعال کی ایک
گہری لکیر اس کے کشادہ ماتھے پر نمودار ہوئی۔ جسے

صنوبر لان میں اُس کا انتظار کر رہی تھی کہ سامنے بڑا اخبار وقت گزاری کو اٹھا لیا موسم امیر آلود تھا اور ہلکی ہلکی ہوائ نے اسے اور دیوانہ بنا دیا تھا۔

مستی میں جھومتی ہوائیں کبھی مشرق سے اٹھتیں اور مغرب میں گم ہو جاتیں اور کبھی مغرب سے اٹھتیں اور چار سو میل جاتیں۔ ہریالی ہر طرف پھیل چکی تھی لگ رہی تھی۔ مروا اور موہنے کی خوشبو نے ماحول کو چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ مسکرا کر اخبار دیکھنے لگی باہر تو کوئی خاص خبر نہیں تھی مگر اندر کی طرف ہیڈ لائن نے اُس کی نظر کو جکڑ لیا۔

”شہر کے معروف بزنس مین خاور ریاض کے بڑے بیٹے یوشع خاور کا بدترین ٹریفک حادثہ۔“ اس کے مسکراتے لب زک گئے۔

وہ خبر کی Detail پڑھنے لگی جس میں لکھا تھا کہ پرسوں رات شہر کی معروف ترین سڑک پر یوشع کی گاڑی کھجے سے بہت بری طرح ٹکرائی جس کے نتیجے میں اُس کی دونوں آنکھیں ضائع ہو گئیں اور ریڑھ کی ہڈی بھی کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہے ڈاکٹر کو اندیشہ ہے کہ وہ اب مکمل طور پر مفلوج زندگی گزارے گا۔

اس سے آگے اس نے نہ پڑھا نہ جانے کیوں اندر ایک اطمینان سادوڑ گیا کہ خدا نے خود اُس کا بدلہ لے لیا تھا۔ وہ بُد سکون ہو گئی۔ بے شک وہ مفلوج تھی مگر خدا کی لاکھی بہت بے آواز ہے۔ اس نے انصاف کیا تھا اور مجرم کو سزا دی تھی۔

”کیا پڑھا جا رہا ہے جناب۔“ ہنستا مسکراتا جازب نہاد ہو کر سفید شلوار سوٹ میں ٹکرا اٹھا اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

”کچھ خاص خبر نہیں ہے اخبار میں۔“ وہ مسکرائی اور اخبار رول کر کے رکھ دیا۔

کے کسی دوست کے گھر اُن کی دعوت تھی وہ اپنے ذہن کو فریش کرنے کے لیے پی وی لگا کر بیٹھ گئی۔

☆.....☆.....☆

جاذب آج صبح جلدی اُٹھ گیا تھا چونکہ سنڈے تھا لہذا صنوبر کو حیرت ہوئی۔

”خیریت تو ہے صبح آٹھ بجے ہی ہو گئی جناب کی۔“ وہ بھی بالوں کا جوڑا بنا کر بولی۔

”جی جناب خیریت ہے بالکل خیریت ہے۔ بس موسم کو انجوائے کرنا چاہ رہا تھا اپنی سائنوی سلونی سی بیگم کے ساتھ۔“ وہ بیڈ پر اُس کے قریب بیٹھ کر بولا۔

”اچھا جی.....!“ وہ اپنی بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں کو پھیلا کر بولی۔

”اس نظر کرم کی کوئی خاص وجہ.....؟“ وہ دونوں بازو آگے کو پاندھ کر بولی۔

”ہے ناں!“ وہ اور قریب ہوا۔

”کیا.....؟“ وہ تجسس ہو گئی۔

”آج تم ضرورت سے زیادہ جو پیاری لگ رہی ہو۔ جان من.....“ وہ اپنے ہاتھ سے اُس کا چہرہ قریب کر کے بولا۔

”بس کریں انھیں.....“ صنوبر یکدم گھبرا گئی اور اُسے پیچھے کر کے بولی۔ شرم سے ایک دم وہ لال ہو رہی تھی۔ جیسے اتار ہو رس بھرا.....

”ہائے کچی اس ادا پر جان دینے کو دل کرتا ہے۔“ جاذب بیڈ پر دراز ہو گیا۔

”چلیں انھیں فریش ہوں پھر میں لان میں جوس لاتی ہوں آپ کے لیے۔“ وہ مسکراتے ہوئے اٹھی۔

”اگر واقعی موسم کو انجوائے کرنے کا ارادہ ہے تو.....“

”اوکے جناب۔“ وہ آنکھیں موند کر بولا۔